تحفۂ نایاب

در ردّ

جوابِ لاجواب

مولینا عبد المصطفےٰ صاحب صدیقی حشمتی صاحب

فاروقیہ بکڈپو ۴۲۲ مٹیا محل دہلی ۶

الله رب محمد صلی علیه وسلما
نحن عباد محمد صلی علیه وسلما

کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

مولوی ابوالحسن علی میاں ندوی کی جانب سے لکھی گئی امتیاز احمد ندوی کی کتاب

"جواب لاجواب"

کا دندان شکن جواب

تحفۂ نایاب

در ردِّ جواب لاجواب

تصنیف

عبدالمصطفیٰ صدیقی

ناشر

انجمن گلشن حق

دارالعلوم مخدومیہ ردولی شریف فیض آباد

کوڈ:05241 فون: 34169-35089

بہ تعاون مالی

الحاج سیٹھ محمد عزیز خانصاحب نظامی بستوی۔ ممبئی

کتاب : تحفۂ نایاب دررد جواب لاجواب
مصنف : مولانا عبدالمصطفیٰ صدیقی
اشاعت : ۱۹۹۹ء
طباعت : دہلی
صفحات : ۹۶
قیمت : ۲۵ روپے

فرمائش : حضرت شاہ عمار احمد احمدی سجادہ نشین درگاہ مخدوم شیخ العالم احمد عبدالحق، ردولی شریف، فیض آباد

مالی تعاون : عالی جناب الحاج سیٹھ محمد عزیز خانصاحب نظامی بستوی

زیر اہتمام

انجمن گلشن حق

دارالعلوم مخدومیہ ردولی شریف، فیض آباد
فون نمبر 34169-35089 کوڈ 05241

ناشر

فاروقیہ بکڈپو 422 مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی ۶

فہرست

ابتدائیہ : مصنف
تقدیم : حضرت مولانا محمد احمد مصباحی شیخ الادب الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ
پیش لفظ : حضرت مولانا ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم، صدر شعبۂ علوم اسلامیہ ہمدرد یونیورسٹی، نئی دہلی ۶۲
کلمۂ تکریم : شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی صدر شعبۂ افتاء الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور، اعظم گڑھ
کلمۂ تبریک : حضرت شاہ عمار احمد احمدی سجادہ نشین درگاہ حضرت مخدوم شیخ العالم احمد عبدالحق ردولی شریف
- مومن ہے وہ جوان کی عزت پہ مرے دل سے
- دشمن احمد پہ شدت کیجئے
- نجد فتنوں کی سرزمین اور وہابیت کا سرچشمہ
- مختصر تاریخ وہابیت
- ہندوستان میں وہابیت
- تقویۃ الایمان میں شرک خفی کو شرک جلی لکھا گیا
- وہابیوں کے لئے تقویۃ الایمان عین اسلام

- تقویۃ الایمان ندوہ کے کورس میں
- افسانہ جہاد
- تقویۃ الایمان کارد
- ندوی صاحب کا جھوٹ
- بھڑوا ہے رے بھڑوا
- عبدالمصطفیٰ
- عرس
- ندوی صاحب کا فریب
- مرکر مٹی میں ملنا
- خدا چاہتا ہے رضائے محمد
- وہابی عقیدہ انگریز مختار، رسول مجبور
- وہابی عقیدہ رسول کی تعریف میں اختصار کرو
- وہابی مولوی انسانیت سے بالاتر
- انبیاء اولیاء ذرہ ناچیز سے کمتر نہیں بلکہ عزت والے ہیں
- سید عالم عاجز اور بڑے بھائی کی طرح نہیں
- نذر و نیاز کرنے والے مشرک نہیں
- ذلیل کہنا قرآن وحدیث کی صریح مخالفت ہے
- اللہ والے مدد کرتے ہیں
- جاہل کہنے والے خود جاہل ہیں
- توشہ کرنا درست ہے
- مشرک کہنے والے جاہل ہیں

- وہابی دیوبندی مولویوں کی فحش گوئی اور گندی ذہنیت
- عورت کی شرمگاہ
- مولوی قاسم نانوتوی دلہن کی صورت میں
- لوگ کیا کہیں گے
- ایسے پیر کے منہ پر پیشاب بھی نہیں کرتی
- ام المومنین کی بارگاہ میں توہین
- اندھے حافظ جی کا نکاح
- عقل کا فتویٰ
- پاخانے میں خوشبو
- اب کے ماروں تیری

☆☆

ضروری نوٹ: جواب میں اختصار سے کام لیا گیا ہے تفصیل کیلئے الامن والعلی، اطیب البیان، وغیرہ کا مطالعہ کریں۔

ابتدائیہ

بسم الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

یہ لکھتے ہوئے مجھے خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ تقریباً بائیس سال قبل قطب الاقطاب شیخ العالم حضرت مخدوم احمد عبدالحق ردولوی قدس سرہ العزیز کے شہر ردولی شریف میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی یہ انہیں کا فیضان و کرم ہے کہ اس وقت سے لے کر اب تک اس مقدس سرزمین پر فروغ حق اور تعلیمات عبدالحق کی نشرواشاعت میں سرگرم عمل ہوں۔ اس شہر حق میں بسنے والے مسلمانوں کی اکثریت بزرگان دین سے عقیدت رکھتی ہے۔ وہ فاتحہ پڑھتے ہیں اور نذرونیاز بھی کرتے ہیں۔

شیخ العالم کی بارگاہ ایسی بارگاہ ہے جہاں ہر قسم کے **لوگ** پہنچ کر ان سے اپنی والہانہ وابستگی کا اعتراف کرتے ہیں جن کے یہاں مزارات پر جانا نذرونیاز کرنا خلاف شرع ہے وہ بھی وہاں حاضری کو اپنے لیے باعث سعادت سمجھتے ہیں۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے سربراہ مولوی ابوالحسن علی میاں ندوی نے اس بارگاہ میں کئی بار حاضری دی ہے۔ ہاتھ اٹھاکر فاتحہ بھی پڑھا ہے اور الٹے قدم واپس بھی ہوئے ہیں۔ ان آداب حاضری کو دیکھنے والے بہت سے افراد ردولی میں موجود ہیں۔ **بزرگانِ** دین سے اس والہانہ عقیدت کے باوجود علی میاں نے اپنے ادارہ کے نصاب میں تقویۃ الایمان کو داخل کر کے بزرگان دین سے اپنی

وابستگی کو مشکوک کر دیا۔ کیونکہ اس کتاب میں وہ سب کچھ شرک بتایا گیا ہے جسے علی میاں ندوی بزرگان دین بطور خاص شیخ العالم کی بارگاہ میں آداب حاضری بجا لاتے وقت کرتے ہیں۔ شخص واحد میں اس حیرت انگیز تضاد کو دیکھ کر لوگ متعجب ہوئے اور مجھ سے اس معاملے میں ان سے صحیح صورت حال کا علم حاصل کرنے کے لیے کہا اس لیے باشندگان شہر حق کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے میں نے تقویۃ الایمان اور علی میاں ندوی کے عقائد کے تعلق سے گیارہ سوالات مرتب کئے اور اس میں واضح لفظوں میں یہ لکھا ہے کہ بزرگان دین کے ساتھ جو کچھ آپ کا عمل ہے وہ درست ہے یا جو کچھ تقویۃ الایمان سے آپ نے اپنے یہاں کے نصاب میں داخل کیا ہے وہ درست ہے۔

آج کوئی تین سال کا عرصہ گزر گیا مگر علی میاں کی طرف سے مکمل سکوت ہی رہا ابھی چند ماہ پیشتر ان کے ایک **کفش** بردار نے حق شاگردی ادا کرتے ہوئے علی میاں پر قائم کئے گئے گیارہ سوالوں کا جواب "جواب لاجواب" کے نام سے لکھا جو ردولی کے مسلمانوں کے درمیان ایک جلسہ عام کے موقع پر تقسیم ہوا۔ ان سوالوں کا جواب بشکل کتاب اتنی تاخیر سے کیوں دیا گیا اس میں کیا حکمت ہو سکتی ہے۔ معلوم نہیں لیکن جو کچھ کتاب میں درج ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولوی امتیاز احمد ندوی جو اس کتاب کے مصنف ہیں انہیں اپنے اکابر کے عقائد کے بارے میں کوئی معلومات نہیں۔ اس کتاب کے مطالعہ سے مصنف کے مبلغ علم کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کثرت مشاغل اور ہجوم کار کے باعث اتنی مہلت نہیں تھی کہ میں ایسے غیر ضروری امور کی طرف متوجہ ہوتا مگر ردولی کے احباب بطور خاص صاحب سجادہ حضرت شیخ العالم حضرت شاہ محمد عمار احمد احمدی کا اصرار تھا کہ جواب ضرور دیا جائے۔ اس لئے یہ چند سطور اس جواب

لاجواب کے تعلق سے آپ کی خدمت میں پیش کیے جا رہے ہیں کہ اس شہر حق
میں باطل کا کسی طرح گزر نہ ہو سکے۔

آغاز بحث میں ارادہ تھا کہ اس کتاب کا نام کلک رضا رکھ کر اس حقیقت کا
برملا اعتراف کیا جائے گا کہ بد مذہبیت کے قلع قمع میں جو کردار فاضل بریلوی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انجام دیا ہے وہ ہم سب کے لیے مشعل راہ ہے۔
مگر اپنے بعض احباب کے مشورہ پر جواب لاجواب کی مناسبت سے اس کا نام
"تحفۂ نایاب در رد جواب لاجواب" رکھنا پڑا۔ بہر حال یہ کتاب آپ کے ہاتھوں
میں ہے۔ مجھے امید ہے کہ مسلمانان اہل سنت بالخصوص حضرت شیخ العالم کے
متوسلین اور ارباب عقیدت کو اس سے روشنی ملے گی اور بزرگان دین کے تعلق
سے ان کا جذبۂ محبت مزید سرشار ہوگا۔

اس موقع سے بڑی ناحق شناشی ہوگی اگر اپنے ان بزرگوں اور کرم فرما
حضرات کا شکریہ نہ ادا کروں جنہوں نے معاونت فرما کر حوصلہ افزائی کی ہے۔

(۱) شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی
مدظلہ العالی (۲) صاحب الفضیلۃ حضرت علامہ محمد احمد صاحب قبلہ مصباحی، شیخ
الادب الجامعۃ الاشرفیہ (۳) حضرت شاہ عمار احمد احمدی زید مجدہم، (۴) گرامی
قدر حضرت مولانا ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم صاحب، صدر شعبہ علوم اسلامیہ ہمدرد
یونیورسٹی (۵) جناب الحاج سیٹھ عزیز احمد خاں صاحب نظامی بستوی

میں ان تمام ہی حضرات کا ممنون کرم وسپاس گزار ہوں

خادم دین متین عبد المصطفیٰ صدیقی حشمتی
خادم جامعہ مخدومیہ رضویہ
رضانگر، ردولی شریف، فیض آباد

تقدیم

حضرت علامہ مولانا محمد احمد مصباحی صاحب

شیخ الادب الجامعة الاشرفیه، مبارکپور

تقویۃ الایمان کی لرزہ خیز اور گستاخانہ عبارتوں کے خلاف علمائے اسلام
نے اپنی شدید بیزاری کا اظہار واعلان کر کے اپنی محبت رسول کا ثبوت فراہم کیا
اس کا مفصل ومدلل رد لکھ کر صیانت مسلمین کا فریضہ انجام دیا۔ اور آج بھی یہ
سلسلہ جاری ہے۔(۱) لیکن کچھ لوگ آج بھی تقویۃ الایمان کی حمایت اور بے جا
وکالت پر کمربستہ نظر آتے ہیں جس کا کچھ اجمالی ذکر یہ ہے۔

ایک پرجوش وکیل (مولوی منظور احمد نعمانی) نے اس کی دو تین عبارتوں
کی صفائی میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور عظیم مغالطوں پر مشتمل ایک صفائی نامہ
تحریر کیا۔ آخر آخر دیکھا کہ ان ساری کوششوں کے بعد بھی گستاخیوں کا چہرہ نہ
دھل سکا اور تقویۃ الایمان کی گستاخیاں اب بھی اہل ایمان وانصاف کی نظر میں
ناقابل برداشت ثابت ہوں گی تو بطور معذرت خواہی کچھ اس طرح گویا ہو کر
عذر گناہ بدتر از گناہ، کے مرتکب بنے کہ دراصل یہ ڈیڑھ سو برس پہلے کی کتاب
ہے جب کہ اردو زبان کو یہ عروج وارتقاء نصیب نہ ہوا تھا اور اس وقت بہت سے
جاہلوں میں شیخ سدو کی پوجا بھی ہوتی تھی۔ لہٰذا ایک تو وہ دور اسی طرح کی زہر

۱۔ ملاحظہ ہو تحقیق الفتویٰ (اردو) از علامہ فضل حق خیر آبادی، ترجمہ مولانا عبدالحکیم شرف
قادری۔ شائع کردہ دائرۃ المعارف الامجدیہ گھوسی، اعظم گڑھ ۱۴۰۳ھ

افشانی کا متقاضی تھا اور دوسرے یہ کہ مولف کو اپنے مافی الضمیر کی ادائیگی کے لئے مناسب الفاظ نہ مل سکے۔ صفائی کا حرف آخر اور منتہائے وکالت یہی ہے۔

ایک دوسرے سرگرم وکیل (مولوی ابوالحسن ندوی) نے اس سے الگ صفائی کا ایک نفسیاتی طریقہ اختیار کیا جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت مولانا اسمٰعیل دہلوی کے اندر جہاد فی سبیل اللہ اور اقامت دین کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا جس کے لئے وہ زندگی بھر سراپا حرکت و عمل بنے رہے یہاں تک کہ اسی راہ میں اپنے خون کا آخری قطرہ بہادیا۔ دوسری طرف جو لوگ حضرت شہید کے مخالف ہیں انہوں نے دین کی راہ میں خون تو دور کی بات ہے پسینہ بھی نہیں بہایا ہمیشہ پھولوں کی سیج پر آرام کرتے رہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس تفاوت کے باعث مولوی اسمٰعیل دہلوی بارگاہ خدا اور رسول میں جتنی بھی گستاخیاں کریں لیکن چونکہ وہ مجاہد تھے اس لئے حق پر ہیں۔ اور ان کے مخالفین ناموس خدا اور رسول کے تحفظ کی ہزار کوششیں کریں لیکن چونکہ وہ پھولوں کی سیج پر سوئے اس لئے وہ بالکل باطل ہیں۔ وہ مولوی اسمٰعیل کی گستاخیوں کی جتنی بھی مخالفت کریں ذرا بھی قابل التفات نہیں۔

اسی افسانۂ جہاد کو حضرت وکیل ثانی خطیبانہ رنگ میں خوب بڑھا چڑھا کر مختلف اسٹیجوں پر اور متعدد کتابوں اور کتابچوں میں پیش کرتے رہتے ہیں۔ جو سادہ لوح اور ناپختہ ذہن عقیدت مندوں کے ہجوم میں خاصی داد تحسین کا مستحق ہوگا لیکن ارباب علم و بصیرت کی نظر میں اس کی حیثیت "تار عنکبوت" سے زیادہ نہیں۔

اولاً اسمٰعیلی جہاد ایک افسانہ ہے جسے مسلسل فریب و دروغ سے فروغ دیا جارہا ہے۔ حقیقت کا پردہ چاک کرنے والی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں جو ان

لوگوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی سے زیادہ ہیں جن کی آنکھوں میں اب تک دھول جھونکا جاتا رہا۔ یہی وجہ ہے کہ اسمٰعیلی وکلاء امتیاز حق، تاریخ تناولیاں، حقائق تحریر بالاکوٹ، خون کے آنسو، سیرت سید احمد کی سچی تصویر وغیرہ کتابوں کا نام لیتے ہوئے گھبراتے ہیں، جواب دینا تو بہت دور کی بات ہے۔

ثانیاً فرض کر لیا جائے کہ مولوی اسمٰعیل اور ان کے پیر سید احمد رائے بریلوی مورثِ اعلیٰ ابوالحسن علی ندوی کی تحریک، جہاد اسلامی کی تحریک تھی۔ اور اسی راہ میں ان کا خون بہا تو کیا شریعت نے کہیں اس کی اجازت دی ہے کہ تحریک جہاد چلاؤ پھر جس قدر بھی کفریات بکو، گستاخیاں کرو سب روا ہے؟ کیا مسلم شریف میں وہ حدیث نہیں جس میں یہ ذکر ہے کہ صحابہ کو ایک شخص کی سرگرمی جہاد اور پے بہ پے قتل کفار پر بڑی مسرت ہوئی اور حضور اقدس ﷺ سے اس کی تعریف کی تو سرکار نے فرمایا وہ "جہنمی" ہے۔ بعد میں صحابہ نے تفتیش احوال کی تو واقعتاً وہ "جہنمی" ہی ثابت ہوا۔

خوارج نے کیسی کیسی جنگیں لڑیں اور سخت ریاضات و مجاہدات کئے مگر علماء اسلام نے ان کو گمراہ اور گمراہ گر ہی قرار دیا۔ معتزلہ میں ایک سے ایک دقاق عالم، عبادت گزار اور اپنی خدمت دین و علم سے سرشار افراد پیدا ہوئے مگر ان کے یہ سارے اعمال ان کی ضلالت و گمراہی اور بداعتقادی کا داغ نہ دھو سکے۔ اسی طرح مولوی اسمٰعیل کی جہادی سرگرمی اور سرحدی پٹھانوں (۱) کے ہاتھوں مقتولی ان کی گستاخیوں کا جواب نہیں بن سکتی۔

ثالثاً وکیل صاحب نے یہاں بھی دروغ پُر فریب سے کام لیا انہیں یاد نہیں کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کے مخالفین میں علامہ فضل حق خیر آبادی جیسا

۱۔ ملاحظہ ہو خون کے آنسو وغیرہ۔ ۱۲

عظیم مجاہد بھی ہے جس نے کافرو ظالم انگریزوں کے خلاف فتوائے جہاد کی پاداش میں جزیرہ انڈمان کی جیل میں جان جان آفریں کے سپرد کی۔ مولوی اسمٰعیل کے مخالف نہ جانے کتنے علمائے حق ہیں جنہوں نے انگریزوں کے خلاف جہاد اسلامی کی تحریک میں حصہ لیا۔ بالفرض کسی عالم نے تلوار سے جہاد نہیں کیا تو کیا زبان و قلم سے جہاد، جہاد نہیں؟ رسول اللہ ﷺ تو فرماتے ہیں افضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہہ دینا سب سے بہتر و افضل جہاد ہے۔

مولوی اسمٰعیل کے مخالف سبھی علمائے حق (جن میں مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی مصنف تحفۂ اثناعشریہ عم مولوی اسمٰعیل بھی ہیں) دین و علم کی سچی خدمت اور علمی و قلمی، لسانی اور روحانی جہاد میں ہمیشہ مصروف رہے اور دین کی راہ میں واصل بحق ہوئے۔ یقیناً انہیں حق تھا کہ وہ مولوی اسمٰعیل کی گستاخیوں کا نوٹس لیں، اس کا رد کریں اور ان کا رد سنا جائے۔ ان سے عقائد و افکار کی اصلاح لی جائے۔ مگر قسمت میں عناد و تعصب اور باطل کوشی ہی ہو تو علمائے حق کو علماء سو کہہ دینا کوئی بڑی بات نہیں۔

وکیل اول کا یہ اظہار کہ گستاخیوں کا مرتکب مولوی اسمٰعیل کا قلم نہیں بلکہ اس وقت کی ناترقی یافتہ اردو زبان ہے۔ حقائق و شواہد کا قتل عام ہے۔ تقویۃ الایمان اردو زبان کی پہلی کتاب نہیں اس سے پہلے اور اس کے ساتھ اردو زبان میں بہت سی کتابیں لکھی گئیں لیکن کہیں ایسا نہ ہوا کہ اردو زبان کی تنگ دامانی نے ایمان کو شرک، اسلام کو الحاد حلال کو حرام اور حق کو ناحق بنادیا ہو۔ ہر مصنف نے اپنے مافی الضمیر کو اسی زبان میں اپنے منشا کے مطابق ہی ادا کیا۔ خاص اردو کی طفولیت کسی مصنف کو خون ناحق کا مرتکب نہ بنا سکی۔ تقویۃ الایمان کے رد میں

اس وقت جو کتابیں لکھی گئیں یا جو تقریریں کی گئیں ان میں بھی ایسا نہ ہوا کہ شیخ سدو کی پوجا کو شرک بتانے کے لئے تعظیم انبیاء و اولیاء کو بھی شرک ٹھہرانے کی ضرورت پیش آئی ہو یا عظمت رسول کو جزو ایمان بتانے کے لیے شیخ سدو کی پوجا کو بھی معاذ اللہ جائز قرار دینے کی حاجت ہوئی ہو؟ ٹھیک اسی زمانہ کی رائج اردو زبان میں شرک کو شرک ایمان کو ایمان اہانت کو اہانت عظمت کو عظمت ثابت کر کے دکھایا گیا۔

یہ عجیب معاملہ ہے کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کا قلم جب اہانت انبیاء و اولیاء کے رخ پر چلتا ہے تو اسے ایک سے ایک الفاظ ملتے چلے جاتے ہیں اور جب شریعت کی صحیح ترجمانی اور تعظیم انبیاء و اولیاء کی نجات بخش شاہراہ پر چلنے کی بات آتی ہے تو اردو کی تنگ دامانی کا شکوہ ہونے لگتا ہے۔ مولوی اسمٰعیل جیسے فاضل کو الفاظ ہی نہیں ملتے کہ وہ حقائق کو حقائق کی صورت میں پیش کریں لامحالہ وہ اسلامی عقائد و افکار کا خون پر خون کرتے چلے جاتے ہیں!!

واقعہ یہ ہے کہ تقویۃ الایمان اصلاح کے لئے نہیں بلکہ افساد و افتراق کے لئے لکھی گئی ہے۔ جس کا اعتراف خود مصنف تقویۃ الایمان نے کیا ہے کہ میری کتاب میں بعض جگہ الفاظ سخت آگئے ہیں جن پر شورش پھیلے گی مگر پھر لڑ بھڑ کر لوگ خود ہی ٹھیک ہو جائیں گے۔(۱)

ظاہر ہے کہ مصنف کا مقصد اگر امن و اصلاح ہوتا تو لازماً ایسے کلمات و الفاظ سے پرہیز ہوتا مگر جب مقصد ہی کچھ اور ہو تو غریب اردو زبان کا شکوہ بیکار ہے۔

تقویۃ الایمان کس مقصد کے لیے لکھی گئی ہے اور اس کے بطن میں کون سے "حقائق و معارف" ودیعت رکھے گئے ہیں اس کے لئے خود تقویۃ الایمان ہی

۱۔ ملاحظہ ہو تحقیقات از مفتی شریف الحق امجدی۔ خون کے آنسو از مولانا مشتاق احمد نظامی

کا مطالعہ دلیل کافی ہے۔ مطالعہ سے یہ حقیقت بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ تقویۃ الایمان کا مقصد خدا کی توحید نہیں بلکہ انبیاء واولیاء کی توہین ہے۔ اس کا مدعا باطل پرستوں سے شرک کا خاتمہ کرنا نہیں بلکہ اہل حق کے دلوں سے عظمت رسول کا خاتمہ کرنا ہے۔ اس کا محرک مشرکوں اور شرک سے بیزاری نہیں بلکہ مومنوں اور عظمت خدا اور رسول سے بیزاری ہے۔ اس کا نتیجہ توحید نہیں بلکہ اہل اسلام کا افتراق ہے۔ اس نے ہندوستان میں ایک ایسے فرقہ کو جنم دیا ہے جو محبت رسول اور عظمت انبیاء و اولیا سے حسد اور جلن رکھتا ہے۔ عداوت رسول اور گستاخی محبوبین خدا سے اسے تسکین ملتی ہے۔

اس فرقہ کے لوگ ابلیس لعین کی طرح صرف جھوٹی توحید کی رٹ لگانے میں فخر محسوس کرتے ہیں اور تعظیم رسول سے سخت انکار رکھتے ہیں۔ اور اسی کے نقش قدم پر اپنے ساتھ سب کو جہنم رسید کرنے کی قسم کھا چکے ہیں اسی لیے تقویۃ الایمان جیسی گستاخانہ اور دل آزار کتاب کی حمایت سے اب بھی باز نہیں آتے بلکہ اس کا رکھنا، اس کا پڑھنا، اس پر عمل کرنا سب کو عین اسلام قرار دیتے ہیں۔ (۱) مکر و فریب، مغالطہ و تقیہ، کذب و دروغ، جو کچھ بھی انہیں کرنا پڑے عداوت رسول اور گستاخی رسول کو زندہ رکھنے کے لیے وہ سب کچھ کرنے کو تیار ہیں اور اس میں خاصی مہارت بھی حاصل کر چکے ہیں۔ اپنی اس گستاخانہ روش کی بنیاد پر دیوبندی امت تضادات کا شکار ہے کیونکہ وہ ایک طرف تقویۃ الایمان کو عین اسلام قرار دیتی ہے جس کی رو سے انبیاء و اولیاء کے لئے خدا کی عطا سے بھی علم اور اختیار و تصرف ماننا شرک ہے۔ دوسری طرف وہ اپنے گھر کے بزرگوں کے لئے غیب کا علم اور کائنات میں اختیار و تصرف کی قوت بھی مانتی ہے

۱۔ ملاحظہ ہو فتاویٰ رشیدیہ از مولوی رشید احمد گنگوہی

اور ان کے تصرفات و کرامات کے ایک سے ایک قصے بھی سناتی ہے۔ اس تضاد میں اس کے چھوٹے، بڑے، عالم، جاہل سب گرفتار ہیں۔ مگر ان میں جو زیادہ چالاک ہیں وہ اس تضاد سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ جہاں دیکھتے ہیں کہ انبیاواولیاء کے علم و اختیار سے انکار رکھنے والوں کو دبدبہ ہے وہاں اپنا وہ عقیدہ ظاہر کرتے ہیں جو تقویۃ الایمان میں درج ہے۔ اور جہاں اہل سنت کی سطوت دیکھتے ہیں وہاں اپنا وہ خیال ظاہر کرتے ہیں جو صراط مستقیم، سوانح قاسمی، اشرف السوانح وغیرہ میں مذکور ہے۔ ساتھ ہی اپنے کو سنی، حنفی، چشتی، قادری، نقشبندی وغیرہ بتا کر یقین دلاتے ہیں کہ وہابیت سے ہمارا کوئی رشتہ نہیں۔ ان کا یہ تقیہ ایسا زبردست ہے کہ شیعہ بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ابوالحسن علی میاں ندوی ملک و بیرون ملک اپنے اس تقیہ میں خاصی شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ اب بہت سے وہابی بھی جان چکے ہیں کہ ان کی پالیسی اور نظریہ موقع پرستی والا ہے اور اہل سنت تو بہت پہلے سے جانتے ہیں۔ مگر دونوں طرف کے کچھ لوگ اب بھی ناآشنا ہیں۔ اسی لیے ردولی میں ایک ندوی شاخ یا دیوبندی ادارہ کے قیام کے موقع پر جب علی میاں کی آمد ہوئی تو اشتہارات کے ذریعہ ان سے ان کے عقائد پوچھے گئے مگر انہوں نے جواب نہ دے کر اپنا تقیہ برقرار رکھنے میں ہی منفعت اور عافیت سمجھی۔

پھر ردولی سے شیخ احمد عبدالحق ردولوی علیہ الرحمہ کے ملفوظات مرتبہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمہ کے ترجمہ کی اشاعت عمل میں آئی تو اس کے آخر میں بھی وہ اشتہاری سوالات درج کر دیئے گئے اور اس کی تقدیم میں مولانا عبدالمصطفیٰ صدیقی نے شیخ عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمہ کے حالات بیان کرتے ہوئے ان کے ایک فرزند کے نام "عبدالنبی" پر توجہ دلائی کہ تقویۃ الایمان کی رو سے یہ نام رکھنا شرک ہے جس کے مرتکب شیخ عبدالقدوس

گنگوہی ہیں مگر وہی ان دیوبندیوں کے شیخ سلسلہ بھی ہیں۔ گویا ایک مشرک کو اپنے پیروں کا پیر مان رکھا ہے۔ پھر خود یہ مشرک ہوئے یا نہیں؟

اس ریمارک اور اس اشتہار پر ندوی برادری چراغ پا ہو گئی جس کی واحد وجہ یہ ہے کہ ان کا تقیہ طشت از بام ہو رہا تھا۔ اسے دوبارہ بحال کرنے کے لیے ایک کتاب بھی لکھی گئی جس میں تقویۃ الایمان کے مندرجات کو صحیح بھی دکھانے کی کوشش کی گئی ہے اور ان بزرگوں سے اپنی عقیدت و وابستگی بھی بتائی گئی ہے۔ یعنی وہی مسلک تضاد کسی طرح زندہ رکھنے کی تقیہ آمیز اور پر فریب سعی ناحق کی گئی ہے۔ جس کی پردہ دری کے لیے مولانا عبد المصطفیٰ صدیقی نے زیر نظر کتاب رقم فرمائی۔

امید ہے کہ قارئین کو اس کتاب کے ذریعہ ندوہ و دیوبند کی پالیسی اور عقیدہ و نظریہ سمجھنے میں پوری مدد ملے گی۔ قلت وقت کی وجہ سے میں بالاستیعاب نہ دیکھ سکا مگر جس قدر دیکھا اس سے نصب العین اور مقاصد کا پورا اندازہ ہو گیا۔ مولیٰ تعالیٰ لوگوں کو حق سمجھنے، حق بولنے اور حق پر قائم رہنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ حبیبك سید المرسلین علیه و علیهم و علیٰ آله و صحبه افضل الصلوٰة والتسلیم

محمد احمد مصباحی

پیش لفظ

حضرت مولانا ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم

صدر شعبۂ علوم اسلامیہ ہمدرد یونیورسٹی، ہمدرد نگر، نئی دہلی

حق و باطل کی جنگ بہت پرانی ہے یہ اور سی بات ہے ہر زمانہ میں حرب و ضرب کے اصول و ضابطے بدلتے رہے۔ حالات کیسے ہی کیوں نہ ہوں مگر حق کو سرفرازی ہر دور میں حاصل رہی۔ آدم سے لے کر ایں دم تک اگر تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو ایسے بے شمار واقعات ملیں گے جس سے معلوم ہوگا کہ فتح و نصرت اور حق و صداقت کا ہمیشہ چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔

ختمی مرتبت رسالت مآب ﷺ کے دنیا میں تشریف لاتے ہی اگرچہ دین اسلام مکمل ہو گیا مگر انسانوں کے مزاج میں جو باطل پرستی کا غرہ تھا اس میں کمی نہ آئی۔ خود اس دور کے کلمہ گو اپنے کردار و عمل کی بنیاد پر دو حصوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک طبقہ بڑے ہی والہانہ انداز میں عظمت رسول پر اپنی جان نچھاور کرتا تو دوسرا صدق دل سے ایمان لانے کی قسمیں بھی کھاتا، مگر کردار ان کا یہ تھا تمام عاشقان سرکار رسالت مآب ﷺ کو بے وقوف سمجھتا۔ اتحاد و صلح کا علمبردار ہونے کی حیثیت سے کافروں کو بھی قابل لحاظ جانتا اور ان کے خلاف محاذ آرائی سے اجتناب کرتا اور عظمت نبی کے تعلق سے جب کسی گستاخانہ جملہ

کے بارے میں ان سے پوچھ گچھ کی جاتی تو اپنی شاطرانہ روش کی بنیاد پر سرے سے انکار کر دیتے۔ اور اگر انکار کی گنجائش نہ پاتے تو اس کو ہنسی اور مزاح قرار دیتے اور قسمیں کھا کر کہتے ہمارا مقصد گستاخی نہ تھا۔ ان جملوں کی طرح طرح تاویلیں کرتے اور کہتے مقصد یہ نہیں یہ تھا۔

مسلمانوں کے دوسرے طبقہ نے سماج کے اندر اپنی شاطرانہ روش کی بنیاد پر جس طرح اپنی جڑیں مضبوط کیں اور جس طرح عامۃ المسلمین کو اپنا گرویدہ بنایا وہ ہم سبھی جانتے ہیں۔ اپنے کردار و عمل سے ان نام نہاد مسلمانوں نے عظمت رسول گرامی وقار ﷺ پر مرمٹنے والوں کے دلوں سے عظمت رسول کھرچ پھینکنے کی جس طرح سازش کی اور جو منصوبے بنائے وہ تاریخ اسلام کا ایک انتہائی دلسوز باب ہے۔ جن نام نہاد علماء اور خود ساختہ دانشوروں اور رہنمایان اسلام نے شان رسالت میں گستاخانہ کلمات استعمال کئے تو عامۃ المسلمین نے ان کا کس قدر سخت نوٹس لیا اس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں مگر سرزمین ہند میں سرکار دو عالم ﷺ کی شان میں جب اس نازیبا روش کا سلسلہ شروع ہوا تو مسلمانان ہند نے اس فتنہ کے سدباب کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ قلمی معرکہ بھی ہوا اور بحث و مباحثہ بھی۔ میدان مناظرہ بھی سنوارا گیا اور ردوقدح کی مجلسیں بھی گرم ہوئیں یہ سب کچھ ہوا مگر جس فتنہ نے اپنی جڑیں مضبوط کر لیں اس کا قلع قمع کرنا ممکن نہ ہو سکا۔

شان رسالت میں گستاخی اور عظمت نبوت پر طعن و تشنیع کے تعلق سے ہندوستان کی سرزمین پر کتنے فتنوں نے سر اٹھایا اس کی تفصیل کے لیے کئی ایک صفحات درکار ہیں جس کا یہاں موقع نہیں۔ ہاں ایک علمی خانوادہ کے چشم و چراغ جس کی خود علمی دھاک مسلّم تھی جب ان کے قلم سے ایسے جملے الفاظ کے

پیکر میں ڈھلے جس سے شان رسالت میں تنقیص کا شائبہ نظر آنے لگا تو انصاف پسند اور حق شناس علماء نے اس علمی خانوادہ کی عظمت کو بالائے طاق رکھ دیا اور محافظ ناموس رسالت کے لیے سینہ سپر ہو کر میدان میں اتر آئے اور شاہ محمد اسماعیل دہلوی کے نوک قلم سے نکلے ہوئے نازیبا، غیر شائستہ اور گستاخانہ جملوں کا ترکی بہ ترکی جواب دے کر وہ منصوبہ جو شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی سے انہیں وراثت میں ملا تھا اور انگریزوں کی سازش سے جو اسے فروغ دینا چاہتے تھے اسے چکنا چور کر دیا۔ شاہ صاحب کی تمام تحریروں پر تفصیل سے گفتگو یہاں مقصود نہیں بلکہ تقویۃ الایمان جس نے شاہ صاحب کو اختلافات کی دنیا میں روشن و تابندہ کر دیا قدرے تفصیل سے گفتگو کی جا رہی ہے۔ کیونکہ جس کتاب کی تحریروں کی روشنی میں سوال و جواب اور پھر جواب الجواب کا سلسلہ شروع ہوا وہ یہی کتاب ہے۔ اس کتاب کے سلسلے میں علماء کے متضاد نظریات ہیں۔ بعض لوگوں کے اعتقاد کے مطابق ہندوستان سے کفر و بدعت کی تاریکی اسی کتاب سے ختم ہوئی اور بعض اہل علم نے ہندی مسلمانوں کے درمیان اختلاف و انتشار کا پیش خیمہ اسی کتاب کو قرار دیا۔ مصنف کتاب کے نزدیک کتاب کا معیار اور اس کے دوررس نتائج کے بارے میں کیا خیال تھا اس کی وضاحت مولانا عبد الشاہد خاں شروانی مصنف باغی ہندوستان نے ان الفاظ میں کی ہے۔

شاہ صاحب نے مسلمانوں کی ہر غلط روی کو شرک سے تعبیر کرنا شروع کیا پہلے عربی میں پھر اردو میں تقویۃ الایمان لکھی اس میں حد اعتدال سے تجاوز کیا گیا۔(۱)

شاہ صاحب اس بات سے پوری طرح باخبر تھے کہ اس تصنیف لطیف کا

۱۔ باغی ہندوستان ص ۱۱۷

ملت اسلامیہ پر مثبت یا منفی اثرات مرتب ہوں گے۔ایک موقع سے انہوں نے اپنے پیر و مرشد سید احمد رائے بریلوی، مولانا عبدالحیٔ (م ۱۲۴۳ھ) مولانا محمد اسحاق (م ۱۲۶۲ھ) مولانا محمد یعقوب (م ۱۲۸۲ھ) حکیم مومن خاں مومن (م۱۲۶۸ھ) مولوی فرید الدین (م ۱۲۷۴ھ) اور مولانا عبداللہ خاں (م ۱۲۷۲ھ) کو جمع کر کے تقریر کی جس میں انہوں نے تقویۃ الایمان سے متعلق تقریر کرتے ہوئے کہا:

”میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہوگیا ہے مثلاً ان امور کو جو شرک خفی ہیں شرک جلی لکھ دیا گیا ہے ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ شورش ضرور پھیلے گی اور پھر اسی تقریر میں انہوں نے معابعد یہ کہہ کر دل کو تسلی بھی دے دی کہ شورش ضرور ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔(۱)

شاہ صاحب کی زبان سے یہ جملہ سنتے ہی مجمع سے آواز آئی کہ جہاں اس قسم کے مقامات ہیں وہاں ترمیم ہونی چاہیے۔ مگر شاہ محمد اسحاق اور حکیم مومن خاں مومن جو مذہب میں تشدد کے قائل تھے انہوں نے کہا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں یوں ہی اس کی اشاعت ہونی چاہئے۔ چنانچہ ہوا بھی یہی کہ ہو بہو اشاعت ہوگئی اور وہی سب کچھ ہوا جو شاہ صاحب کا خیال تھا۔

اس کتاب میں دو باتیں توجہ طلب ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ شاہ صاحب مسند رشد و ہدایت پر جلوہ افروز تھے۔ بزعم خویش ان کا ہر قدم امت مسلمہ کی اصلاح و فلاح کے لیے اٹھتا تھا۔ ان کی زبان و قلم سے وہی کچھ ارشاد ہونا چاہئے تھا جس سے امت مسلمہ انتشار کا شکار ہونے کے بجائے ایک پلیٹ فارم پر متحد

ارواح ثلثہ ص ۸۱ طبع سوم ۱۳۷۰ھ

ہو کر واعتصموا بحبل اللہ کی عملی تصویر بن جاتی۔ مگر شاہ صاحب ایسا کیوں نہ کر سکے وہ اسباب و علل کیا تھے یہ غور طلب ہے۔

دوسری بات یہ کہ اگر زبان میں تلخی آئی تھی اور شرک خفی کو شرک جلی لکھ ہی دیا تھا تو اس کی اشاعت کے وقت اس پر نظر ثانی کر لی جاتی تو کونسا پہاڑ ٹوٹ پڑتا اور کیوں کر لوگ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتے۔ بہر حال شاہ صاحب کے معتقدین ایسا بھی نہیں کر سکے۔ ایسا نہ کرنے میں کون سی حکمت پوشیدہ تھی یہ بھی محل نظر ہے۔

شاہ صاحب چونکہ ولی اللٰہی خانوادہ کے چشم و چراغ تھے اس لئے اس دور کے اکثر علماء یہ جانتے ہوئے بھی کہ تقویۃ الایمان نامی کتاب سے ایمان کو تقویت ملنی تو دور کی بات ہے اس سے ایمان کے جانے کا خطرہ ہے۔ پھر بھی اس کتاب کا رد لکھنے کی ہمت نہ پڑی اور اس کی صرف واحد وجہ یہی تھی کہ شاہ صاحب کا تعلق اس خانوادہ سے تھا جس کی علمی دھاک عالم اسلام پر بیٹھی ہوئی تھی۔

ڈاکٹر قمر النساء اپنے پی ایچ ڈی کے اس مقالہ میں جسے انہوں نے عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد میں داخل کر کے ڈاکٹریٹ کی ڈگری لی ہے۔ لکھتی ہیں:

سکت کثیر من العلماء عن رد الشاہ اسمٰعیل لانہ حفید الشاہ ولی اللہ المحدث(۱)

تقویۃ الایمان در اصل اسی کتاب کا چربہ ہے جسے محمد بن عبدالوہاب نجدی نے مسلمانان حجاز کے درمیان پھوٹ ڈالنے کے لئے لکھی تھی جس کا نام کتاب التوحید رکھا تھا کہتے ہیں کہ ہندوستان میں اسی کام کو شاہ اسمٰعیل دہلوی نے انگریزوں کے ایماء سے بطور احسن انجام دیا۔ انگریز اچھی طرح سمجھ رہے تھے کہ

العلامہ فضل حق خیر آبادی حاتہ و مآثرہ ص ۱۰ / ۱۹۷۹ء

جب تک مسلمانوں میں پھوٹ نہیں ڈالی جائے گی حکومت کرنا ممکن نہیں ہوسکے گا۔ چنانچہ اس نے اپنے اس فارمولے ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' پر عمل کیا اور مسلمانوں میں ایسے لوگ تیار کرلئے جنہوں نے کلمہ گوؤں کے خلاف کفر اور شرک کے فتوے دیئے، ان کے مسلمہ معتقدات کے خلاف ''تقویۃ الایمان'' لکھوائی اور اسی خاص مقصد کے لئے توحید کے نام پر رسالت مآب ﷺ سے محبت کو کمزور کیا گیا۔

اس کے علاوہ اس کتاب میں دوسرے ایسے مباحث ہیں جیسے نور مجسم ﷺ کا مر کر مٹی میں مل جانا، مختار دو عالم کو مجبور محض سمجھنا۔ ان کی عزت اپنے بڑے بھائی کے مثل کرنا، امکان کذب باری تعالیٰ، خاتم النبیین کا مثل ممکن ہونا، پیغمبر ہماری شفاعت نہیں کرسکتے۔ یہ ایسے مباحث تھے کہ کتاب منظر عام پر آتے ہی ایک ہیجان برپا ہوگیا۔ ایسے موقع پر جاں نثاران رسول ﷺ کا خاموش رہنا ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ علامہ فضل حق خیر آبادی کمر ہمت کس کر میدان میں کود پڑے، رفع یدین، آمین بالجہر، امکان نظیر، جیسے اہم مباحث پر بحث و مباحثے ہوئے شاہ اسمٰعیل کے امکان نظیر رسول کے جواب مین ایک رسالہ تصنیف کیا جس میں ان کا زبردست تعاقب ہے جب شاہ صاحب نے دیکھا تو وقتی طور پر ذہنی ہلچل میں مبتلا ہوگئے۔ کیونکہ انہیں اچھی طرح اس کا زعم تھا کہ ''پدرم سلطان بود'' میری باتوں کا جواب دینے والا کوئی پیدا ہی نہیں ہوا ہے۔ وہ شاہ ولی اللہ کے پوتے اور شاہ عبدالعزیز کے بھتیجے تھے اس لئے کسی کو حرف اختلاف زبان پر لانے کی جرأت نہ ہوتی تھی مگر علامہ خیر آبادی کا جواب دیکھ کر دم بخود ہوگئے۔ کیونکہ اس رسالہ سے اگر ایک طرف شاہ صاحب کی عبارتوں کا قلع قمع ہو رہا تھا تو دوسرا حیرت انگیز پہلو یہ تھا کہ ولی اللہی علماء کے غیر نے اس کا جواب دیا

تھا اس لئے بعض سوانح نگاروں کو یہ بات بری لگی اور کہہ اٹھے۔ ''فضل حق خیر آبادی نے امتناع نظیر خاتم النبیین اور امکان نظیر کے بارے میں شاہ اسمٰعیل شہید سے نزاع چھیڑ لی جو بالکل بے محل تھی۔

خاتم النبیین ﷺ کے بارے میں شاہ صاحب کا نظریہ یہ تھا:

''اس شہنشاہ کی یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی، ولی اور جن اور فرشتہ جبریل اور محمد ﷺ کے برابر پیدا کر ڈالے۔''

علامہ فضل حق کا اس سلسلہ میں موقف یہ تھا کہ حضور ﷺ کا نظیر و مثل ممتنع بالذات ہے اور جو ممتنع بالذات ہو وہ تحت قدرت داخل نہیں۔

علامہ کے جواب کے بعد بھی شاہ صاحب اپنے موقف پر اٹل رہے کیوں کہ انہوں نے اپنے رسالہ میں یہی اعتراض کیا تھا کہ نظیر نبی ﷺ کا امکان تسلیم کرلینے سے ختم نبوت کا انکار لازم آتا ہے۔ شاہ صاحب نے یہ بات نہ مانی اور اپنے نظریہ پر گامزن رہے۔ چنانچہ انہوں نے علامہ کے رسالہ کا جواب یکروزی کے نام سے دیا جو ذوالحجہ ۱۲۴۱ھ میں شائع ہوا۔ تلاش بسیار کے باوجود یہ دونوں رسالے دستیاب نہ ہوسکے۔ اس رسالہ میں شاہ صاحب نے امکان نظیر سے متعلق بحث کرنے کے علاوہ امکان کذب باری پر بھی گفتگو کی ہے اور ایک لمبی عبارت کے بعد لکھا ہے۔

لا نسلم کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد

''ہم نہیں مانتے کہ اللہ کا جھوٹ بولنا محال و ناممکن ہو۔''(۱)

اس رسالہ یک روزی کے بارے میں غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

۱۔ فیصلۂ حق و باطل از مولانا محمد اجمل ص ۵

"یہ ایک مختصر رسالہ ہے مولوی فضل حق خیر آبادی نے تقویۃ الایمان پر کچھ اعتراضات کئے تھے۔ شاہ صاحب نماز کے لئے مسجد جارہے تھے راستے میں مولوی فضل حق کا رسالہ ملا نماز سے فارغ ہونے کے بعد ایک ہی نشست میں اس کا جواب مکمل کر دیا لہٰذا "یک روزی" نام پایا۔(۱)

علامہ خیر آبادی نے اس کے جواب میں "تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ" کے نام سے ایک رسالہ لکھا، جس میں انہوں نے معاندین کی دھجیاں بکھیر دیں۔ دلائل واضحہ اور براہین قاطعہ کی روشنی میں جس طرح انہوں نے اپنے مسئلہ کو ثابت کیا ہے وہ انہیں جیسے صاحب فضل و حق کا حصہ ہے۔

ڈاکٹر قمر النساء لکھتی ہیں کہ شاہ اسمٰعیل کے جواب میں چونکہ انبیاء کی اہانت اور خاص کر ہمارے پیغمبر اعظم ﷺ کی اہانت تھی جس کا جواب علامہ فضل حق نے اپنی کتاب "تحقیق الفتویٰ" سے دیا۔(۲)

جب اس کتاب پر باغی ہندوستان کے مصنف مولانا عبدالشاہد خاں شیروانی کی نظر پڑی تو بے ساختہ پکار اٹھے۔

"اس کتاب میں رسول اللہ ﷺ کی نظیر کے ممتنع بالذات ہونے پر جو دلائل و براہین قائم کئے ہیں انہیں دیکھ کر بے ساختہ "مرحبا واحسنت" زبان پر آتا ہے۔ علمی وفنی حیثیت سے وہ گلکاریاں کی ہیں کہ صفحات کتاب تختۂ چمنستان بن گئے ہیں۔ ایسی ایک کتاب پر کیا موصوف کی تمام مصنفات کو دیکھ کر کہنا پڑتا ہے۔

لیس علی اللہ بمستنکر
ان یجمع العالم فی واحد (۳)

۱۔ جماعت مجاہدین ص ۱۲۸
۲۔ العلامہ فضل حق خیر آبادی ص ۱۵۵
۳۔ باغی ہندوستان ص ۱۱۹

شاہ اسمٰعیل دہلوی نے رسالہ یک روزی میں امکان کذب باری تعالیٰ سے متعلق جو مسائل چھیڑے ہیں اس کی گرفت مفتی صدر الدین آزردہ (م ۱۲۸۵ھ) نے علامہ فضل حق خیر آبادی کے نام سے کی ہے اس سے متعلق چند سوالات وجوابات پر مشتمل ایک مختصر رسالہ جو صرف پانچ صفحات پر مشتمل ہے۔ مولانا آزاد لائبریری کے سبحان اللہ کلکشن میں رقم فارسی ۱۹/۱ کے تحت محفوظ ہے۔

تحقیق الفتویٰ کا جواب تو شاہ اسمٰعیل نے نہیں دیا اس میں کیا مصلحت ہو سکتی ہے خدا جانے، مگر اس کا جواب ان کے حامیوں میں سے مولانا حیدر علی ٹونکی نے خود دھوم دھام سے لکھا اور یکے بعد دیگرے دو رسالے صغیرہ وکبیرہ کے نام سے تحریر کئے۔ اس کے علاوہ بقول صاحب اکمل البیان مولوی سراج الدین اور مولوی فضل حق سے اس مسئلہ خاص میں تحریر ہوئی مولوی سراج الدین نے مولوی فضل حق صاحب کو ساکت کیا اور امکان کذب کا اقرار کرالیا اور ان کے رد میں ایک رسالہ تصنیف کیا۔(۱)

بقول صاحب اکمل البیان جب اس بات کا اعتراف موجود ہے کہ علامہ فضل حق نے امکان کذب کا اقرار کرالیا ہے تو اس تحریری ثبوت کو ضرور منظر عام پر لانا چاہئے، صاحب "اکمل البیان" کے لئے پہلے ضروری یہ تھا کہ اس تحریر کو سامنے لاتے اس کے بعد مولانا نعیم الدین مراد آبادی کی تصنیف "اطیب البیان" کارد لکھنے کے لئے کاغذ قلم سنبھالتے۔ علامہ فضل حق خیر آبادی کی جتنی تحریریں ہیں اس سے کہیں اس بات کا اندازہ نہیں ہوتا کہ وہ امکان نظیر یا امکان کذب کے معاذ اللہ قائل ہوگئے تھے۔ البتہ انہوں نے مولانا حیدر علی ٹونکی

۱۔ اکمل البیان ص ۸۰۸ لاہور ۱۹۶۵ء

(م ۱۲۷۶ھ) کے دونوں رسالوں کا جواب ضرور دیا تھا جو "امتناع النظیر فی تردید اقوال مولانا حیدر علی ٹونکی" کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کتاب کی کسی عبارت سے صاحب اکمل البیان کے قول کی تصدیق نہیں ہوتی ہے۔

"امتناع النظیر علامہ کی وہ معرکتہ الآرا تصنیف ہے جس پر جتنا ناز کیا جائے کم ہے اس کتاب کے مطالعہ سے سر سید کے اس قول کی تائید ہو جاتی ہے۔ جو انہوں نے لکھا ہے کہ علامہ فضل حق منطق کے پتلے تھے۔" یہ کتاب ۳۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ مولانا سید سلیمان اشرف سابق صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے تحشیہ اور تصحیح کے بعد مولانا ہدایت اللہ خاں رامپوری مولانا برکات احمد ٹونکی اور مولانا عبدالمقتدر بدایونی کے دستیاب نسخوں سے مقابلہ کر کے ۲۰ر اگست ۱۹۰۸ء میں جون پور سے شائع کی گئی ہے۔

اس لاجواب کتاب کا جواب نہ تو شاہ اسمٰعیل اور نہ ہی ان کے کسی شاگرد و حمایتی سے بن پڑا اس کتاب میں علامہ نے یہ ثابت کیا ہے۔

"حضور انور ﷺ کا مثل و نظیر ممتنع بالذات ہے تحت قدرت داخل نہیں۔" اصل عبارت یہ ہے:

"شخصے کہ برابر آں حضرت ﷺ در کمالات باشد ممتنع بالذات است و ہرچہ ممتنع بالذات است تحت قدرت الٰہی داخل نیست۔"

دعویٰ کی دلیل اور اپنے اس قول کی تائید میں علامہ نے شرح مواقف اور شرح عقائد عضدیہ اور دوسری اہم کتابوں سے دلائل قائم کئے ہیں، فرماتے ہیں۔

"کہ اگر حضور اقدس ﷺ کا کوئی مساوی (نظیر) تسلیم کیا جاوے، تو وہ تمام صفات میں آپ کے برابر ہوگا جس میں صفت خاتم النبیین بھی ہے تو اس ختم

نبوت کے عقیدے پر ضرب پڑتی ہے جو صراحۃً کفر ہے۔"

اس سلسلہ میں ایک اور بات بھی غور طلب ہے وہ یہ ہے کہ یہ وہ مسائل ہیں جن سے شاہ اسمٰعیل صاحب نے جمہور علمائے اسلام کے اجماع ہی سے صرف اختلاف نہیں کیا ہے بلکہ خود اپنے اسلاف کرام اور اعمام نامدار سے بھی خرق اجماع کیا ہے خود شاہ صاحب کے استاذ اور چچا حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ اسی مسلک کے پیرو تھے جو عام علمائے اسلام بالخصوص سنیان کرام کا ہے۔ جیسا کہ غالب نے لکھا ہے اور یہی مسلک اس عہد کے اہل دل حضرات کا تھا جن میں شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کا نام سر فہرست ہے۔

اس گفتگو کا ایک دلچسپ پہلو یہ بھی ہے کہ یہ نزاعی مسئلہ علمائے مناظرین کے حلقوں سے نکل کر شعراء کی انجمنوں تک پہنچ گیا تھا۔ چنانچہ غالب نے ان مسائل سے متعلق ایک مستقل مثنوی بعنوان "بیان نموداری شان نبوت و ولایت کہ در حقیقت پر تو نور الانوار حضرت الوہیت است" لکھی جس میں کل ۱۲۸ اشعار ہیں اس مثنوی کا آغاز

بعد حمد ایزد و نعت رسول
می نگارم نکتہ حقدانہ اصول

اور انجام اس بیت پر ہوا ہے۔

زیں عقیدت بر نگردم والسلام
نامہ را در می نوردم والسلام (۱)

بہر حال بدقسمتی سے شاہ کے اس تشدد سے ان کے متعلقین نے قابل استکراہ تشدد پیدا کر دیا تھا۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں حلت زاغ کا فتویٰ بھی ہے جس پر

۱۔ کلیات غالب ۳۸۳ مرتبہ امیر حسن نورانی ۱۹۶۸ء

یہ حضرات (تقویۃ الایمان کے حمایتی علماء) بڑی شدت سے مصر تھے۔ چنانچہ اسی مسلک کے ایک پیرو سے جب کہ وہ جمعہ کا خطبہ پڑھنے جا رہے تھے کسی نے حلت زاغ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے اس کا جواب قول کے بجائے عمل سے دیا یعنی ایک کوا منگوا کر ممبر پر ذبح کیا اور کہا کہ یہ جائز ہے۔ اسی مسلکی تشدد سے متاثر ہو کر سودا نے اپنا وہ مخمس لکھا تھا جس کا عنوان "مخمس در ہجو حلت غراب" ہے اور اس کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے۔

لشکر کے بیچ آج یہی قیل و قال ہے
کھانے کی چیز کھانے کا سب کو خیال ہے
یوں دخل امر و نہی میں کرنا محال ہے
جو فقہ داں ہیں سب کا یہ ان سے سوال ہے
اک مسخرہ یہ کہتا ہے کوا حلال ہے (۱)

جواب لاجواب کے رد میں تحفۂ نایاب مولانا عبدالمصطفیٰ صدیقی صاحب کی ایک سنجیدہ کوشش ہے، تحفظ ناموس رسالت کے تعلق سے مصنف نے جس مجاہدانہ عزیمت کا ثبوت دیا ہے وہ لائق تحسین ہے۔ دعا ہے کہ اللہ مصنف کو اس کاوش کا بہترین اجر عطا فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین۔

ہمدرد نگر، نئی دہلی
۱۰؍جولائی ۱۹۹۹ء
(غلام یحییٰ انجم)

۱۔ کلیات سودا جلد اول ص ۳۵۵ لکھنؤ ۱۹۳۲ء

کلمۂ تکریم

شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی
صدر شعبۂ افتاء الجامعۃ الاشرفیہ۔ مبارکپور، اعظم گڑھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رحمۃ للعالمین و علیٰ الٰہ و صحبہ اجمعین

ردولی شریف جامعہ مخدومیہ کے صدر المدرسین اور علمائے اہل سنت میں ممتاز اور فعال جناب مولانا عبدالمصطفیٰ صدیقی زید مجدہم نے اپنی تازہ تصنیف تحفۂ نایاب میرے پاس بھیجی کہ میں اس کا مطالعہ کرلوں اور اصلاح و ترمیم کی حاجت ہو تو اسے کر کے اپنی رائے تحریر کردوں، لیکن میں اس وقت اتنا مصروف ہوں کہ اگر حضرت ملک الموت تشریف لائیں اور مجھے ہمت اور ہوش رہے تو ان سے بھی گزارش کروں گا کہ چند دن مجھے اور مہلت دلا دیجئے تاکہ میں نزھۃ القاری شرح بخاری کی اخیر آٹھویں جلد کی کاپیوں کی تصحیح اور فہرست سازی کا کام انجام دے سکوں۔ پھر بھی مولانا موصوف کی حوصلہ افزائی کے لیے میں نے اس کے چند صفحات کا متفرق طور پر مطالعہ کیا۔

میری عادت ہے کہ بغیر پوری کتاب پڑھے کسی کتاب پر میں اپنی رائے

نہیں لکھتا لیکن مولانا موصوف پر اعتماد کی بنا پر ان کی اس کتاب کے سلسلے میں اپنی عادت کے خلاف عمل کرنا پڑا۔ جناب ابوالحسن علی میاں ندوی اپنے آپ کو ندوی کہتے بھی ہیں اور لکھتے بھی ہیں لیکن حقیقت میں یہ ندوی مذہب سے مرتد ہو چکے ہیں۔ ندوہ کا مذہب تھا۔

با مسلماں اللہ اللہ ☆ با برہمن رام رام

مگر علی میاں بظاہر بنتے تو ہیں صلح جو، صلح پسند، لیکن اندر اندر انتہائی کٹر، متعصب، تنگ دل وہابی دیوبندی ہیں بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر نجدی ہیں۔ اور اس دور میں ان کی اکثر توانائی اہل سنت کو نقصان پہنچانے، انہیں تباہ و برباد کرنے میں صرف ہو رہی ہے۔

ندوہ میں چھانٹ چھانٹ کر بڑے منجھے منجھائے، ٹھکے ٹھکائے دیوبندیوں کو مدرس رکھا ہے۔ ندوہ میں رافضیوں کا، غیر مقلدین کا، نیچریوں کا بڑی فراخ دلی سے داخلہ ہو جاتا ہے، لیکن اگر کوئی بے وقوف سنی طالب علم پہنچ جاتا ہے تو اس کا داخلہ کسی قیمت پر کسی سفارش پر ندوہ میں محال ہے۔ اسی لیے جب ردولی شریف میں دارالعلوم مخدومیہ کو ترقی کرتے ہوئے دیکھا تو وہاں اپنا مضبوط اڈہ جمانے کے لیے ندوہ کی شاخ قائم کر دی۔ اور اس کے افتتاح کے لیے ردولی شریف آئے۔ ان کا یہ اقدام بہر حال اہل سنت کے لیے چیلنج تھا جسے جناب مولانا عبدالمصطفیٰ صاحب صدیقی زید مجدہم نے قبول کیا اور دیوبندیوں کی اس مادرِ مادر نے اپنے آپ کو جس خوشنما لبادے میں چھپا رکھا تھا اس کو چاک کر دیا۔ دیانت نہ سہی، اپنی شہرت عامہ کو داغ دار ہونے سے بچانے کے لیے علی میاں پر لازم تھا کہ وہ مولانا موصوف کے سوالات کے جواب دیتے۔ مگر چونکہ علی میاں خوب جانتے تھے کہ ان سوالات کے جوابات دینا دوہری نہیں تو اکہری موت ضرور ہے۔ اگر

اثبات میں جواب دیتا ہوں تو میری وہابیت، نجدیت طشت از بام ہو جائے گی اور اگر انکار میں جواب دیتا ہوں تو نہ گھر کا رہوں گا نہ گھاٹ کا۔ اس لیے گول کر گئے۔

اور ان کے کفش بردار جناب مولوی امتیاز احمد ندوی نے جو جوابات دیے ہیں جس کا نام انہوں نے "جواب لاجواب" رکھا ہے حقیقت میں ان سوالوں کا جواب نہیں لاجواب ہے (جواب نہیں) بلکہ "کھسیانی بلی کھمبا نوچے" کے مترادف ہے جس کی دھجیاں مولانا موصوف نے فضائے آسمانی میں اڑا کر رکھ دی ہیں۔

میری دعا ہے کہ ایزد متعال مولانا موصوف کی اس تصنیف کو قبول عام عطا فرمائے۔ اس کے ذریعے اپنے بندوں کو ہدایت نصیب فرمائے، اور مولانا کو دارین میں اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے۔ ان کے علم و عمل اور فیض کو اور زیادہ کرے۔ آمین

محمد شریف الحق امجدی

کلمۂ تبریک

حضرت شاہ عمار احمد احمدی (سجادہ نشین و متولی)
درگاہ حضرت مخدوم شیخ العالم احمد عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ
ردولی شریف، ضلع فیض آباد (یوپی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تقویۃ الایمان شاہ اسمٰعیل دہلوی کی وہ رسوائے زمانہ تصنیف ہے جس کے مندرجات کی تردید میں برصغیر کے ۶۲ علمائے حق نے کتابیں لکھی۔ جس میں خود شاہ اسمٰعیل دہلوی کے خانوادہ کے حضرت مولانا شاہ مخصوص اللہ دہلوی او حضرت مولانا شاہ موسیٰ دہلوی سر فہرست ہیں ان دونوں حضرات کی کتابیں عل الترتیب موید الایمان اور حجۃ العمل فی ابطال الجہل کے نام سے موسوم ہیں۔

یہی بدنام زمانہ کتاب ابھی چند سال پیشتر دار العلوم ندوۃ العلماء ک نصاب درس میں شامل کی گئی تاکہ وہاں کے فارغ التحصیل طلبہ تقویۃ الایما کے مندرجات سے مسلمانان اہل سنت کو مطلع کر کے ان کے دلوں سے عظمت رسول کھرچ کر باہر پھینکنے میں کلیدی کردار ادا کر سکیں۔ جب اس کی اطلاع ش العالم حضرت شاہ عبد الحق ردولوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے عقیدت مندوں ہوئی تو انہیں یہ بات ناگوار لگی۔ اور انہوں نے تقویۃ الایمان کے مندرجات ک

تعلق سے کچھ سوالات مولوی ابو الحسن علی میاں ندوی سربراہ دار العلوم ندوۃ العلماء سے کئے یہی سوالات پوسٹر کی شکل میں بھی شائع ہوئے اور بطور ضمیمہ ملفوظات حق نامی کتاب میں بھی شامل کئے گئے یہ بات کوئی دو تین سال پرانی ہے۔ ابھی ۱۳؍۱۴؍ مئی کو ردولی شریف میں دار العلوم اقراء کا سالانہ جلسہ تھا اس جلسہ میں جناب امتیاز احمد ندوی کا تحریر کردہ ایک کتابچہ "جواب لاجواب" کے نام سے تقسیم کیا گیا یہ کتابچہ دراصل انہیں سوالوں کے جواب پر مشتمل تھا جسے کوئی تین سال قبل مولانا عبد المصطفیٰ صدیقی ردولوی نے سربراہ ندوۃ العلماء مولوی ابو الحسن علی ندوی سے کئے تھے۔ اس کتابچے میں عبارتوں کی غلط توضیح کے علاوہ کئی ایک غلط اور بے بنیاد باتیں حضرت شیخ العالم کی خانقاہ سے متعلق بھی تھیں۔ اس لئے اس خانقاہ کے ایک خادم کی حیثیت سے میرے لیے ضروری تھا کہ میں ان غلط باتوں کی نشان دہی کر کے شیخ العالم کے معتقدین کو گمراہی سے بچا سکوں۔

جناب ابو الحسن علی میاں ندوی کے شاگرد رشید امتیاز احمد ندوی نے لکھا ہے کہ حضرت شیخ ردولوی کی درگاہ میں لوگ سجدہ کرتے ہیں۔ یہ سراسر جھوٹ ہے اس کا حقیقت و واقعیت سے کوئی تعلق نہیں۔ سجدہ نماز کی ایک مخصوص ادا کا نام ہے۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے جائز ہے۔ رہا بذریعہ بوسہ مزارات اولیاء سے فیوض و برکات حاصل کرنا تو یہ طریقہ جائز ہے اور علمائے حق کا اس پر عمل بھی رہا ہے۔

دوسری بات یہ کہ جناب ابو الحسن علی میاں ندوی نے حاشیہ تقویۃ الایمان میں تحریر کیا ہے کہ توشہ یہ ہندوستان کے جاہلوں اور غالیوں کی ایجاد ہے۔ اس سلسلے میں تفصیل میں جائے بغیر صرف اتنا عرض کرنا چاہوں گا کہ

میری عمر کا تقریباً ۲۰/۲۵ برس کا عرصہ الٰہ آباد میں دو جید علماء کے زیر سایہ گزرا ہے۔ میں نے ان حضرات کو ہمیشہ پورے اہتمام کے ساتھ توشے کا فاتحہ کرتے دیکھا ہے۔ اور انہی حضرات کی زبان مبارک سے یہ بھی سنا ہے کہ حضرت شیخ محبّ اللہ الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ تک تمام حضرات توشے کے فاتحہ کا اسی طرح اہتمام کیا کرتے تھے۔

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے انوار العیون اور حضرت شیخ صوفی عبدالرحمٰن چشتی نے اپنی مشہور تصنیف "مراۃ الاسرار" میں توشے کا ذکر شرح وبسط کے ساتھ کیا ہے۔ ان دونوں کتابوں میں جلی حرفوں میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے خود توشے کا حکم دیا تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز کے علاوہ علمائے فرنگی محل کا بھی یہی معمول رہا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے زبدۃ النصائح صفحہ ۲۰ ۱۳پر اور حضرت شاہ عبدالعزیز نے فتاویٰ عزیزیہ میں واضح لفظوں میں لکھا ہے کہ وہ کھانا جو حضرت امام حسین کے نیاز کے لیے پکایا جائے اور اس پر قل، فاتحہ درود پڑھا جائے متبرک ہو جاتا ہے اور اس کا کھانا بہت اچھا ہے۔

بزرگان دین کی قبروں سے فیوض و برکات حاصل کرنے کا سلسلہ بہت پرانا ہے۔ علمائے دیوبند کے پیر و مرشد حضرت شاہ امداد اللہ مہاجر مکی کو خود ایک ولی خدا کی قبر سے روحانی فیض حاصل ہوا۔ اس کا ذکر انہوں نے خود امداد المشتاق کے ص ۱۱۷ پر کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب میرے شیخ بیمار ہوئے اور وصیت کرنے لگے تو میں رونے لگا۔ حضرت شیخ نے تسلی دی اور فرمایا کہ فقیر مرتا نہیں بلکہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کرتا ہے۔ فقیر کی قبر سے وہی فائدہ حاصل ہوگا جو ظاہری زندگی میں میری ذات سے ہوتا تھا اس کے بعد حضرت

حاجی صاحب نے فرمایا کہ میں نے حضرت کی قبر مقدس سے وہی فائدہ اٹھایا جو حالت حیات میں اٹھایا تھا۔

اب جناب امتیاز احمد ندوی صاحب بتائیں کہ ان نفوس قدسیہ کی تقلید کی جائے جن کی زندگی کا ہر لمحہ سیرت رسول کی آئینہ دار ہے اور جو صراط الذین انعمت علیھم کے زمرہ میں شامل ہیں۔ یا ان نام نہاد علماء کی پیروی کی جائے جو خود گمراہ اور گمراہ گر ہیں۔

خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ امت مسلمہ کو صحیح سمجھ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین آمین بجاه حبيبه سيد المرسلين و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۲۱/ صفر المظفر ۱۴۲۰ھ
۶/ جون ۱۹۹۹ء

خاکپائے درویشاں
شاہ عمار احمد چشتی فاروقی

نحمدہٗ و نصلّی علی رسولہ الکریم

اما بعد

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"مومن ہے وہ جو اُن کی عزت پہ مَرے دل سے"

قل ان کان آبائکم و ابنائکم و اخوانکم و ازواجکم و عشیرتکم و اموال اقترفتموھا و تجارۃ تخشون کسادھا و مساکن ترضونھا احب الیکم من اللہ و رسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لایھدی القوم الفاسقین
(سورۂ توبہ ۲۴)

تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کا مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں، تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے۔

(کنزالایمان)

دشمنِ احمد پہ شدت کیجئے

لاتجد قوماً یومنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاداللہ و رسولہ و لوکانوا آبائھم او ابنائھم او اخوانھم او عشیرتھم
(سورۂ مجادلہ ۲۲)

تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی۔ اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ والے ہوں۔

(کنزالایمان)

اس آیت کریمہ میں بڑی صراحت سے اس حقیقت کو بیان فرمادیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لانے والوں کے دلوں میں اللہ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کے دشمنوں کی محبت نہیں پائی جاتی اور نہ ہی ان کا ایمان اس چیز کو گوارہ کرتا ہے کہ وہ خدا اور اس کے پیارے رسول ﷺ کے دشمنوں سے دوستی کریں۔ نور ایمان اور محبت رسول نے ان کے دلوں کو اس قدر تابناک اور معطر کر رکھا ہے کہ نفاق و الحاد کی آلائشوں کا وہاں تصور تک نہیں کیا جاسکتا۔ آیت مبارکہ سے واضح ہو گیا کہ بے دینوں، بدمذہبوں اور گستاخوں سے دلی محبت اور مذہبی اختلاط قطعاً جائز نہیں۔ اصحاب رسول ﷺ کی مبارک زندگیاں آیت مبارکہ کی جیتی جاگتی تفسیریں ہیں۔

چنانچہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے جنگ احد میں اپنے باپ کو قتل کیا اور

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ بدر میں اپنے بیٹے عبد الرحمٰن کو قتل کرنا چاہا اور مصعب بن عمیر نے اپنے بھائی عبد اللہ بن عمیر کو قتل کیا اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو بروز بدر قتل کیا۔ اور حضرت علی بن ابی طالب و حمزہ نے ربیعہ کے بیٹوں عتبہ اور شیبہ اور ولید بن عتبہ کو جنگ بدر میں قتل کیا جو ان کے رشتہ دار تھے۔ کیونکہ خدا اور رسول پر ایمان لانے والوں کو کفار و مشرکین کی قرابت اور رشتہ داری کا کیا پاس۔ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے باپ ابو سفیان کو جبکہ وہ حالت کفر میں تھے دیکھا تو بستر پلٹ دیا۔ باپ نے پوچھا اے بیٹی کیا یہ بستر میرے لائق نہیں یا میں اس بستر کے لائق نہیں تو نے بستر کیوں سمیٹ دیا۔ جواب دیا کہ تو شرک سے ناپاک ہے اور یہ رسول پاک ﷺ کا بستر مبارک ہے ناپاک باپ رسول پاک ﷺ کے بستر پر نہیں بیٹھ سکتا۔

نجد۔ فتنوں کی سرزمین اور وہابیت کا سرچشمہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دعا کی اے اللہ ہمیں ہمارے شام میں برکت دے، اے اللہ ہمیں ہمارے یمن میں برکت دے۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ ہمارے نجد میں بھی۔ آپ نے دعا کی اے اللہ ہمیں ہمارے شام میں برکت دے، اے اللہ ہمیں ہمارے یمن میں برکت دے، لوگ عرض گزار ہوئے یارسول اللہ "وفی نجدنا" ہمارے نجد میں بھی، میرا خیال ہے کہ آپ نے تیسری مرتبہ فرمایا:

هناك الزلازل والفتن وبها يطلع قرن الشيطن

وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور شیطان کی سینگ "وہابیت" وہیں سے نکلے گی۔ (بخاری شریف کتاب الفتن)

مختصر تاریخ وہابیت

چنانچہ مخبر صادق ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق ۱۲۰۲ھ میں محمد ابن عبد الوہاب نجد میں پیدا ہوا۔ ہندوستانی وہابیوں، دیوبندیوں کے پیشوا شیخ دار العلوم دیو بند مولوی حسین احمد ٹانڈوی اپنی کتاب "الشہاب الثاقب" میں لکھتے ہیں کہ:

"صاحبو! محمد ابن عبد الوہاب نجدی (وہابیوں کا پہلا امام) ابتداءً تیرہویں صدی میں نجد "عرب" سے ظاہر ہوا۔ اور چونکہ یہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اسلئے اس نے اہل سنت و جماعت سے قتل و قتال کیا۔ ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا۔ ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا۔ ان (سنیوں) کے قتل کرنے کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا رہا۔ اہل حرمین (مکہ و مدینہ) والوں کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکلیفیں پہنچائیں۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے۔ بہت سے لوگوں کو اس کی اذیت رسانی کے سبب مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا۔ اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ (محمد بن عبد الوہاب نجدی) ایک ظالم و باغی، خونخوار اور فاسق شخص تھا۔" (الشہاب الثاقب ص ۵۴)

دار العلوم دیو بند کے یہی صدر مدرس دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"محمد بن عبد الوہاب نجدی کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم اور تمام مسلمانان دیار کافر و مشرک ہیں اور ان سے قتل و قتال کرنا ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے۔" (الشہاب الثاقب ص ۵۵)

سرکار دوعالم ﷺ کی مجبوری و بے بسی کے تعلق سے وہابیوں کے عقیدہ کا اظہار کرتے ہوئے مولوی حسین احمد مدنی تیسری جگہ لکھتے ہیں:

"شان نبوت و حضرت رسالت علی صاحبہا علیہ الصلوٰۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل سرور کائنات کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سی فضیلت زمانہ تبلیغ کی مانتے ہیں اور اپنی شقاوت قلبی اور ضعف اعتقادی کی وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم عالم کو ہدایت کرکے راہ پر لا رہے ہیں ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول علیہ السلام کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ ان کی ذات پاک سے بعد وفات ہے اور اسی وجہ سے وہ توسل دعا میں آپ کی ذات پاک سے بعد وفات ناجائز کہتے ہیں ان کے (وہابیوں کے) بڑوں کا مقولہ ہے کہ معاذ اللہ معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد کہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے۔ ہم اس سے کتے کو دفع کر سکتے ہیں اور ذات فخر دو عالم ﷺ سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے۔"

(الشہاب الثاقب ۶۱)

ہندوستان میں وہابیت

شاہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی اپنی مایۂ ناز تحقیقی کتاب "مولانا اسمٰعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان" میں لکھتے ہیں:

حضرت مجدد کے زمانہ سے ۱۲۴۰ھ تک ہندوستان کے مسلمان دو فرقوں میں بٹے رہے ایک اہل سنت وجماعت اور دوسرے شیعہ، اب مولانا اسمٰعیل دہلوی کا ظہور ہوا۔ وہ شاہ ولی اللہ کے پوتے اور شاہ عبدالعزیز شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کے بھتیجے تھے۔ ان کا میلان محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف

ہوا۔ اور نجدی کا رسالہ "ردالاشراک" ان کی نظر سے گزرا اور انہوں نے اردو میں "تقویۃ الایمان" لکھی۔ اس کتاب سے مذہبی آزاد خیالی کا دور شروع ہوا۔ کوئی غیر مقلد ہوا، کوئی وہابی بنا کوئی اہل حدیث کہلایا۔ کسی نے اپنے کو سلفی کہا، ائمہ مجتہدین کی جو شہرت منزلت واحترام دل میں تھا ختم ہوا۔ معمولی نوشت و خواند کے افراد امام بننے لگے۔ اور افسوس اس بات کا ہے کہ توحید کی حفاظت کے نام پر بارگاہ نبوت کی تعظیم واحترام میں تقصیرات کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ یہ ساری قباحتیں ماہ ربیع الآخر ۱۲۴۰ھ کے بعد سے ظاہر ہونی شروع ہوئیں۔ اس وقت کے تمام جلیل القدر علماء کا دہلی کی جامع مسجد میں اجتماع ہوا اور ان حضرات نے باتفاق رائے اس کتاب کو رد کیا۔"

(مولانا اسمٰعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان ص ۹۔۱۰)

تقویۃ الایمان میں شرک جلی کو شرک خفی لکھا گیا

تقویۃ الایمان کیسی کتاب ہے خود مصنف کی زبانی سنئے۔ فرماتے ہیں:

"میں (اسمٰعیل دہلوی) نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں۔ اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے۔ مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے شرک جلی لکھ دیا گیا ہے۔ ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہو گی (چند سطروں کے بعد) گو اس سے شورش ہو گی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔"

(ارواح ثلثہ حکایت نمبر ۵۹۔۹۸)

مصنف کو اعتراف ہے کہ تقویۃ الایمان میں

۱۔ تیز الفاظ آگئے ہیں۔

۲۔ تشدد بھی ہو گیا ہے۔

۳۔ شرک خفی کو شرک جلی لکھ دیا ہے۔

۴۔ اس کی اشاعت سے ضرور شورش ہو گی۔

۵۔ لوگ اس کی وجہ سے لڑیں بھڑیں گے۔

وہابیوں کے لئے تقویۃ الایمان عین اسلام

جس کتاب سے سماج میں شورش پھیلے، جس میں واضح طور پر شرک خفی کو شرک جلی لکھا گیا ہو اس کتاب کا مرتبہ مولوی رشید احمد گنگوہی کے نزدیک معاذ اللہ قرآن پاک سے بھی زیادہ بلند ہے۔ کیونکہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآن پاک پر ایمان لانا ضروری ہے۔ مگر اپنے پاس رکھنا اور پڑھنا عین اسلام نہیں۔ لیکن تقویۃ الایمان کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور رد شرک و بدعت میں لاجواب ہے۔ استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں۔ اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔ اور موجب اجر کا ہے۔ اس کے رکھنے کو جو برا کہتا ہے وہ فاسق اور بدعتی ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۸)

تقویۃ الایمان ندوہ کے کورس میں

اس کتاب کی اسی عظمت کے تحت جس کا سطور بالا میں مولوی رشید احمد گنگوہی کی زبان سے اظہار ہوا، دارالعلوم ندوۃ العلماء کے نصاب میں شامل کیا گیا۔ مولوی امتیار احمد ندوی لکھتے ہیں:

تقویۃ الایمان باقاعدہ ندوہ کے کورس میں نہیں ہے صرف مطالعہ میں ہے اور وہ بھی اس کا ترجمۂ عربی مطالعہ میں ہے۔

(حوالہ جواب لاجواب ص ۴۶)

جبکہ تقویۃ الایمان مطبوعہ ندوہ عرض ناشر میں رضوان احمد ندوی رقم طراز ہیں:

یہ کتاب (تقویۃ الایمان) رسالۃ التوحید کے نام سے شائع ہوئی اور اس کو بلاد عربیہ میں شرف قبول حاصل ہوا۔ اور دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخل نصاب کر لی گئی۔

(حوالہ تقویۃ الایمان ص ۴)

لعنة الله على الكاذبين ۔ اللہ کی لعنت ہو جھوٹوں پر۔ امتیاز احمد ندوی بتائیں کہ وہ جھوٹے ہیں یا تقویۃ الایمان کے ناشر اور ندوہ کے استاذ مولوی محمد رضوان ندوی؟ اب قارئین بتائیں کہ کس ندوی کی بات کو درست مانا جائے کیا مولوی امتیاز احمد ندوی اپنی بات میں سچے ہیں یا مولوی رضوان ندوی۔ ظاہر ہے کہ اس میں کوئی ایک ہی کی بات سچ ہو گی اور دوسرا لعنة الله على الكذبين کے زمرے میں آئے گا۔

افسانۂ جہاد

امتیار احمد ندوی صاحب آپ کہتے ہیں اسمٰعیل دہلوی نے جہاد کیا ہے وہ شہید ہیں مگر تاریخ کیا کہتی ہے خدا توفیق دے تو پڑھئے شہید لیلیٰ نجد اور ذبیح تیغ خیار کو شہید کہنے سے احتراز کیجئے۔ چنانچہ آپ کے "شہید" نے اپنے پیر مولوی سید احمد رائے بریلوی کی طرح انگریزی سلطنت کے قدم جمانے میں جس وفاداری کا ثبوت دیا ہے وہ انہیں کا حصہ ہے۔ "تواریخ عجیبہ" صفحہ نمبر ۷۳ پر ہے کہ

یہ بھی روایت صحیح ہے کہ اثناء قیام کلکتہ میں ایک روز مولانا اسمٰعیل شہید وعظ

فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے مولانا سے فتویٰ پوچھا کہ سرکار انگریز پر جہاد کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس کے جواب مین مولانا نے فرمایا کہ ایسی بے روریا اور غیر متعصب سرکار "انگریزی" پر کسی طرح جہاد کرنا درست نہین۔"

اسی طرح کی ملی جلی ایک عبارت حیات طیبہ ص ۲۹۶ میں ہے کہ (مولوی اسمٰعیل دہلوی) نے فرمایا بلکہ اگر کوئی ان پر (انگریزی گورنمنٹ پر) حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس (حملہ آور) سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔

یہ دو نمونے انگریز کے سیاسی ایجنٹ مولوی اسمٰعیل دہلوی کی تبلیغ و وعظ سے پیش کئے گئے جن کا وعظ یہ تھا کہ انگریزوں سے جہاد کرنا حرام اور ان کی حمایت میں لڑنا ان پر جان فدا کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔ مجاہد اسلام غازی اور شہید فی سبیل اللہ ہونے کا بری طرح ڈھنڈورا پیٹنے والے ندوی جی دیکھیں کہ تاریخی واقعات پکار پکار کر اعلان کر رہے ہیں کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی ہر گز مجاہد اسلام نہیں۔ بلکہ انگریز گورنمنٹ کے سپاہی ہیں۔ اور وہ ضرور قتل کئے گئے مگر اللہ کے راستے میں نہیں بلکہ وہابیت کی طرفداری اور انگریزوں کی وفاداری میں۔

چنانچہ وہابیوں دیوبندیوں اور ندویوں کے مربی خلائق مولوی رشید احمد گنگوہی کا بیان بھی پڑھ لیجئے۔ گنگوہی صاحب کا یہ بیان ہم کتاب "تذکرۃ الرشید" سے نقل کر رہے ہین اور تذکرۃ الرشید وہ معتبر کتاب ہے جس کا حوالہ مولوی ابوالحسن علی میاں ندوی صاحب اپنی کتابوں میں اکثر و بیشتر پیش کرتے رہتے ہیں۔

مولوی عبدالحئ صاحب لکھنوی (لکھنوی کے بجائے یہ دہلوی تھے) مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی اور مولوی محمد حسن صاحب رامپوری بھی ہمراہ تھے یہ سب حضرات (سید احمد) صاحب کے ہمراہ جہاد مین شریک تھے۔ سید صاحب

نے پہلا جہاد مسمی محمد خاں حاکم یاغستان سے کیا تھا۔

(تذکرۃ الرشید جلد دوم ص ۲۷۰)

امتیاز احمد صاحب سنئے دن دوپہر میں سورج پر دھول اڑانے سے کوئی فائدہ نہیں، اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے چند حوالے پیش کر دیے گئے ہیں پڑھئے سنجیدگی سے غور کیجئے اور اگر خدا توفیق دے تو توبہ کر کے حق قبول کر لیجئے۔

سواد اعظم کے ساتھ ان کا کیا رویہ تھا یہ بھی ملاحظہ کریں "فریاد المسلمین" (مطبوعہ مطبع ریاض ہند امرتسر ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۸۹۰ء) کے مصنف محمد حسین صاحب رئیس قصبہ نہٹور ضلع بجنور لکھتے ہیں کہ جب اسمٰعیل دہلوی مع اپنے حواریین اور لاؤ لشکر کے ساتھ دہلی سے لکھنؤ پہونچے تو

اسی زمانے میں مولانا عبدالرحمٰن ولایتی صوفی لقب خاص شہر لکھنؤ میں مقیم تھے۔ ان کی کشف و کرامات کی اس زمانے میں بہت شہرت تھی۔ مولوی اسمٰعیل بحث و مباحثہ کے ارادے سے ان سے ملنے گئے۔ مگر کہتے ہیں کہ صوفی صاحب کا تصوف غالب رہا۔ بحث شروع کرنے سے باز رہے رخصت کے وقت مولوی اسمٰعیل صاحب نے فرمایا کہ فرنگی محلی کے مولوی بہت گمراہ ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ جس وقت کلکتہ سے واپس ہوں گا ان گمراہوں سے جہاد کروں گا۔

مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے جواب دیا کہ صاحبزادے جو اس قسم کا ارادہ رکھتے ہیں وہ مڑ کر نہیں آتے۔

(سید احمد شہید) کی صحیح تصویر کے "افتتاح سخن" کے عنوان سے حسن نظامی ثانی لکھتے ہیں۔

شاہ اسمٰعیل جب سکھوں سے لڑنے جانے لگے تو دلی میں انہوں نے درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء (محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ الرضوان) کی بابت

کہا کہ سکھوں کی مہم سے فارغ ہو جاؤں تو اس بت خانہ کو بھی ڈھاؤں گا۔ بفضلہ تعالیٰ اس ولیٔ برحق کی بات سچ ثابت ہوئی۔ قتل ہو گئے۔ خدا کا شکر ہے کہ واپس نہیں لوٹے اگر لوٹتے تو نہ جانے امت مسلمہ کو دوبارہ سے کس نئے فتنے میں مبتلا کرتے۔ ان کے جہاد کا سارا زور صرف سواد اعظم کے لئے محفوظ تھا۔ نہ استعمار سے دشمنی اور نہ تثلیث سے خصومت سکھ تو بلا وجہ بیچ میں اٹک پڑے مقصد تو صرف اپنے مفاد کے لئے حکومت برطانیہ کی توسیع تھا۔

(بحوالہ الطیب البیان فی رد تقویۃ الایمان ص ۷۱۔۷۲)

تقویۃ الایمان کا رد

مولوی اسمٰعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان لکھی جس سے اسلامیان ہند کا کلیجہ چھلنی ہو گیا۔ سب سے پہلے حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے دہلی کی جامع مسجد میں مجمع عام کے درمیان ارشاد فرمایا کہ ”تقویۃ الایمان“ میرے اور میرے خاندان اور جملہ امت محمدیہ کے ایمان کے خلاف ہے اور جامع مسجد ہی میں اسمٰعیل دہلوی کو جائداد سے عاق کر دینے کا بھی اعلان فرمایا۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا:

”اس وقت میری بصارت ختم ہو چکی ہے ورنہ میں (تقویۃ الایمان کا) رد ایسے ہی لکھتا کہ جس طرح شیعوں کے رد میں (تحفۂ اثنا عشریہ) لکھا اپنے دوسرے بھتیجے حضرت شاہ مخصوص اللہ دہلوی کو حکم دیا کہ اس کا رد لکھو۔“

(حوالہ انوار آفتاب صداقت)

چنانچہ شاہ مخصوص اللہ دہلوی نے ”مؤید الایمان رد تقویۃ الایمان“ لکھی اور حضرت علامہ مولانا فضل حق خیر آبادی فاروقی نے ”تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ“ تصنیف فرمائی۔

۱۸ ررمضان المبارک ۱۲۴۰ھ بمطابق ۵ رمئی کو یہ فتویٰ صادر کیا

”قائل ایں کلام لاطائل از روئے شرع مبین کافر و بے دین است ہر گز مومن و مسلم نیست و حکم او شرعاً قتل و تکفیر است۔“

(تحقیق الفتویٰ مطبوعہ لاہور، پاکستان ص ۴۳۴)

یعنی اس بیہودہ کلام کا قائل اسمٰعیل دہلوی شریعت غراء کے نزدیک بے شبہ کافر و مرتد ہے۔ ہر گز مومن و مسلمان نہیں اور اس کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ اس کی گردن مار دی جائے اور اسے کافر قرار دیا جائے۔

پھر یہ فتویٰ علمائے اسلام اور مفتیان کرام کے سامنے پیش ہوا۔ دہلی کے سترہ جلیل القدر مشاہیر علماء نے تحقیق الفتویٰ کی حقانیت پر مہر تصدیق ثبت فرمائی اور شاہ اسمٰعیل دہلوی کے کافر و مرتد ہونے کی توثیق فرمائی۔

مسٹر ابو الکلام آزاد کے والد مولانا خیر الدین مکی کے نانا مولانا منور الدین صاحب نے بھی مولوی اسمٰعیل دہلوی کا سخت رد فرمایا اور عرب و عجم کے علماء سے اسمٰعیل دہلوی کے خلاف فتاوے حاصل کئے۔ دہلی کی جامع مسجد میں مناظرہ ہوا جس میں ایک طرف اسمٰعیل دہلوی اور مولوی عبد الحیٔ دہلوی تھے۔ دوسری طرف دہلی کے تمام علماء تھے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے ”آزاد کی کہانی“۔

علامہ شاہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ نے بھی اسمٰعیل دہلوی کے رد میں لاجواب کتابیں لکھیں جن میں ”سیف الجبار“ اور ”بوارق محمدیہ“ نے اسمٰعیل دہلوی کی خوب خوب قلعی کھولی ہے۔ مسٹر آزاد کے والد مولانا خیر الدین صاحب نے بھی اپنے نانا کے نقش قدم پہ چلتے ہوئے وہابیت کا خوب رد فرمایا:

چنانچہ آزاد صاحب اپنے والد کے بارے میں لکھتے ہیں:

وہابیوں کے کفر پر وثوق کے ساتھ یقین رکھتے تھے کہ انہوں نے بارہا فتویٰ دیا کہ وہابیہ یا وہابی کے ساتھ نکاح جائز نہیں کسی حنفی کے لئے کسوٹی یہ تھی کہ

اس سے سید احمد صاحب رائے بریلوی مولانا اسمٰعیل شہید مولانا اسحاق اور
"تقویۃ الایمان" "صراط مستقیم" "مائتہ مسائل" اربعین کی نسبت (والد
مرحوم) سوال کرتے اگر وہ شخص بدقسمتی سے ان بزرگوں اور کتابوں کے
خلاف عقیدہ ظاہر کرنے میں ذرا بھی تامل کرتا تو بس یہ وہابیت کا قطعی ثبوت
ہوتا۔ علاوہ بریں بعض اور جزئیات جن پر انکا اصرار تھا ان کے انکار کو بھی
وہابیت قرار دیتے تھے۔

(آزاد کی کہانی ص ۱۶۵)

آزاد صاحب لکھتے ہیں میرے والد نے رد میں "نجم الرجم الشیاطین" کے
نام سے دس ضخیم جلدوں میں کتاب لکھی۔

الحمد للہ تاہنوز رد کا یہ سلسلہ جاری ہے اور مسلمان تقویۃ الایمان کو تفویۃ
الایمان سمجھتے ہیں اور اب تک سیکڑوں کتابیں رد میں لکھی جاچکی ہیں۔

ندوی صاحب کا جھوٹ

ندوی صاحب آپ نے جواب لاجواب میں ابتداءً لکھا ہے:

۱۹۹۶ء میں جب مولانا علی میاں صاحب دارالعلوم اقراء کے سنگ بنیاد کی
تقریب میں ردولی تشریف لے گئے تھے تو یہ سوالات (علی میاں ندوی جواب
دیں) بشکل پوسٹر متعدد جگہ دیواروں پر چسپاں تھے میں نے دیکھا کہ درگاہ کے
بعض معزز حضرات حضرت مولانا سے ملے اور مولانا کی تقریر میں بیٹھے۔ نیز
حضرت مولانا بھی حسب معمول مخدوم صاحب کے مزار پر حاضر ہوئے اور
فاتحہ پڑھی۔ (جواب لاجواب ص ۹)

ندوی صاحب کچھ تو شرم و غیرت کیجئے اس قدر سفید جھوٹ نہ بولئے کہ
شیطان کو پسینہ آجائے۔ الحمد للہ درگاہ مقدسہ حضرت شیخ العالم قدس سرہ العز

کے کسی بھی معزز شخصیت نے علی میاں سے ملنا پسند نہیں کیا اور آستانہ شیخ العالم
کے صاحب سجادہ حضرت شاہ عمار احمد احمدی مدظلہ العالی نے علی میاں کے ساتھ
جلسہ میں شرکت اور ملاقات سے صاف انکار فرمادیا اگر آپ کے قول میں کچھ
بھی صداقت ہے تو "درگاہ کے بعض معزز حضرات" جنہوں نے بقول آپ کے
ملاقات کی ہے ذرا ان کے نام تو بتائیے۔

ندوی صاحب آپ لکھتے ہیں:

"اصل محرک جناب مولوی عبدالمصطفیٰ صاحب ہیں جو "انجمن گلشن حق"
کے پس پردہ ڈرامہ کھیل رہے ہیں۔ ورنہ خانوادۂ شیخ احمد عبدالحق ردولوی اور
مولانا علی میاں صاحب کے درمیان اچھے تعلقات زمانہ سے ہیں۔"

(جواب لاجواب)

ندوی صاحب اگر پس پردہ والی بات ہے تو یہ میں بھی پوچھ سکتا ہوں کہ
علی میاں صاحب سے جو سوالات کئے گئے تھے ان کے جوابات آپ نے دیئے
ہیں تو آپ کے پس پردہ کون ہے اور جہاں تک خانوادہ سے تعلقات کا معاملہ ہے
میں بائیس سال سے ردولی شریف میں مقیم ہوں۔ مگر میں نے کبھی کوئی تعلق
نہیں دیکھا۔ بلکہ صاحب سجادہ تو فرماتے ہیں کہ جو ہمارے شیخ کو غالی اور جاہل لکھے
اور سید عالم ﷺ کی توہین اولیاء اسلام کی گستاخی کرے ہم اس سے نفرت کرتے
ہیں۔ ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

ندوی صاحب آگے چل کر آپ لکھتے ہیں:

ردولی میں نووارد عبدالمصطفیٰ کے مسلسل مخالفانہ پروپیگنڈوں سے مجبور ہو کر یہ
جوابات ہر طالب حق کے لئے عموماً اور اہل ردولی کے لئے خصوصاً لکھے جارہے
ہیں۔

ندوی صاحب بتایئے کہ تقویۃ الایمان جیسی رسوائے زمانہ کتاب آپ

لوگوں نے ندوہ کے نصاب میں داخل کرلی۔ ردولی کے لوگوں نے اگر علی میاں صاحب سے یہ پوچھ لیا کہ جو کتابیں آپ ندوہ کے نصاب میں پڑھاتے ہیں انہیں آپ جلسۂ عام میں اعلان کردیں کہ ہمارا یہی عقیدہ ہے۔ تو یہ عبدالمصطفیٰ صاحب کا مخالفانہ پروپیگنڈہ ہوگیا۔ انصاف کی بات تو یہ تھی کہ علی میاں صاحب کو چاہیے تھا کہ اعلان کرتے۔ ہاں ہم تقویۃ الایمان پڑھاتے ہیں اور اسی کے مطابق ہمارا عقیدہ ہے مگر سب کی زبانیں گنگ ہوگئیں۔ اور سب نے جواب نہ دینے ہی میں عافیت سمجھی۔ البتہ اب تین سال کے بعد نہ جانے کس کس نے پس پردہ ڈرامہ بازی کرکے کتابچہ پیش کیا ہے۔

ندوی صاحب حضرت مخدوم صاحب کے ملفوظات پر آپ کو اعتراض ہے۔ کیا آپ نے کبھی اپنے گھر کی بھی خبر لی۔ ارواح ثلثہ حکایت نمبر ۳۰۷ کا یہ حصہ پڑھ لیجئے۔ مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب فرماتے ہیں:

"تین سال کامل حضرت امداد کا چہرہ میرے قلب میں رہا ہے اور میں نے ان سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا۔ پھر اور جوش آیا فرمایا کہہ دوں۔ عرض کیا گیا حضور ضرور فرمائیں فرمایا کہ اتنے سال حضور ﷺ میرے قلب میں رہے اور میں نے کوئی بات بغیر آپ سے پوچھے نہیں کی یہ کہہ کر اور جوش پیدا ہوا۔ فرمایا کہ اور کہہ دوں عرض کیا گیا کہ فرمایئے مگر خاموش ہوگئے لوگوں نے اصرار کیا تو فرمایا کہ بس رہنے دو۔

بھڑوا ہے رے بھڑوا

اور ہاں ذرا اپنے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کے ملفوظات بھی دیکھتے چلیں۔ تھانوی صاحب اپنے ایک ماموں کے بارے میں فرماتے ہیں:

عبدالرحمٰن خانصاحب مالک مطبع نظامی بھی ان (ماموں جان) سے ملنے کے لئے آئے اور ان کے حقائق و معارف سن کر بہت معتقد ہوئے۔ عرض کیا کہ حضرت وعظ فرمایئے۔ تاکہ سب مسلمان منتفع ہوں۔ ماموں صاحب نے اس کا جواب عجیب آزادانہ انداز میں دیا کہا کہ خاں صاحب میں اور وعظ

صلاح کار کجا و من خراب کجا

پھر جب زیادہ اصرار کیا تو کہا کہ ہاں ایک طرح سے کہہ سکتا ہوں۔ اس کا انتظام کردیجئے۔ عبدالرحمٰن خانصاحب بے چارے متین بزرگ تھے سمجھے کہ ایسا طریقہ کیا ہوگا کہ جس کا انتظام نہ ہوسکے۔ یہ سن کر بہت اشتیاق کے ساتھ پوچھا کہ حضرت وہ طریقہ خاص کیا ہے؟ ماموں صاحب بولے کہ میں بالکل ننگا ہوکر بازار میں نکلوں۔ اس طرح کہ ایک شخص آگے سے میرے عضوِ تناسل کو پکڑ کر کھینچے اور دوسرا پیچھے سے انگلی کرے ساتھ میں لڑکوں کی فوج ہو اور وہ یہ شور مچاتے جائیں کہ بھڑوا ہے رے بھڑوا، بھڑوا ہے رے بھڑوا۔ بھڑوا ہے رے بھڑوا۔

(ملفوظات حکیم الامت جلد پنجم قسط ۲ ص ۱۲۷۔۱۲۸)

کہئے ندوی صاحب تبلیغ کے لئے اسلام میں یہی طریقۂ خاص بتایا گیا ہے تو اس "طریقۂ خاص" کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

عبدالمصطفیٰ

امتیاز صاحب آگے آپ رقم طراز ہیں کہ:

کتاب (ملفوظات حق) کو ایک زہر آلود تقدیم سے سجا دیا گیا جس میں عبدالمصطفیٰ صاحب اپنے نام کی صفائی اور جواز کے لئے شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے ایک بیٹے کا نام عبدالنبی دکھا کر صاحب تقویۃ الایمان پر برس

پڑے ہیں۔ کاش کہ وہ جس مقدس شخصیت کی غلامی کا دعویٰ کر رہے ہیں ان کے فرمان سے کچھ ثابت کرتے، اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ عبد اللہ اور عبد الرحمٰن نام اچھے ہیں اور آپ فرماتے ہیں نہیں مجھے تو عبد المصطفیٰ اور عبد النبی پسند ہے .... ذرا عبد المصطفیٰ صاحب بتائیں کہ صحابہ کرام تابعین عظام نے اپنے بیٹوں کا نام عبد النبی اور عبد الرسول کیوں نہیں رکھا۔

(جواب لاجواب ص ۱۲۔ ۱۳)

امتیاز صاحب سنئے آپ کے شہید دہلوی صاحب کیا لکھتے ہیں:
عبد النبی، علی بخش، حسین بخش، پیر بخش، مدار بخش، سالار بخش، غلام محی الدین، غلام معین الدین (شرکیہ نام ہیں)

(تقویۃ الایمان ص ۲۵)

اب آپ ذرا اپنے گھر کا جائزہ لیجئے اور انصاف کی نظروں سے مولوی رشید احمد گنگوہی کا نسب نامہ ملاحظہ فرمایئے۔

مولانا رشید احمد بن مولانا ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش بن قاضی غلام حسن بن قاضی غلام علی (اور ماں کی جانب سے سلسلہ نسب) مولانا رشید احمد بن مسماۃ کریم النساء بنت فرید بخش بن غلام قادر بن محمد صالح بن غلام محمد۔

(تذکرۃ الرشید جلد اول ص ۱۳)

آپ کے فتویٰ سے گنگوہی جی کے دادا پیر بخش پر دادا غلام حسن اور ان کے بعد قاضی غلام علی اسی طرح گنگوہی جی کے نانا جان فرید بخش اور نانا جان کے دادا غلام محمد اپنے شرکیہ ناموں کی وجہ سے مشرک ہو گئے۔ جب نانا دادا دونوں مشرک تو پھر پوتے اور نواسے کے بارے میں کیا خیال ہے۔ عند الشرع ان پر کیا حکم لگایا جائے گا۔ انہیں کیا سمجھا جائے؟

قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطوا من رحمة

الله ان الله یغفر الذنوب جمیعاً انه هو الغفور الرحیم

اے محبوب تم اپنی تمام امت سے یوں خطاب فرماؤ کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں۔ بیشک اللہ سب کے گناہ بخش دیتا ہے۔ بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

مولوی معنوی قدس سرہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:

بندۂ خود خواند احمد در رشاد
جملہ عالم را بخواں قل یا عباد

اور اسی مثنوی شریف میں قصہ خریداری حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ میں ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سید عالم ﷺ سے کیا عرض کیا:

گفت مادو بندگاں کوئے تو
کردمش ازاو ہم بر روئے تو

دیکھئے افضل الخلق بعد الانبیاء سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنے اور حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عبد المصطفیٰ عبد النبی اور عبد الرسول کہہ رہے ہیں۔ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے بھی حاشیہ شمائل امدادیہ میں تائید کی ہے اور لکھا ہے کہ تمام جہاں حضور کا بندہ ہے۔

حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

تسموا باسماء الانبیاء — انبیاء کے نام پر نام رکھو

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ سموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی میرے نام پر نام رکھو اور میرے کنیت پر نہ رکھو۔

معلوم ہوا کہ محبوبان خدا انبیاء اولیاء علیہ الصلوٰۃ والثناء کے اسماء طیبہ پر نام رکھنا مستحب ہے جبکہ ان کے مخصوصات سے نہ ہو۔

چنانچہ امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں برسر منبر فرمایا۔

قد كنت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فكنت عبده و خادمه (بخاری شریف) میں حضور پرنور سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں تھا تو میں حضور کا عبد تھا، حضور کا بندہ اور حضور کا خدمت گار تھا۔

دیکھئے جلیل القدر صحابی خلیفۂ دوم نے منبر پر اپنا نام عبد المصطفیٰ، عبد النبی اور عبد الرسول بتایا اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مجمع عام زیر منبر حاضر ہے۔ سب سنتے اور قبول کرتے ہیں۔

عرس

امتیاز میاں آپ نے لکھا ہے:

"جن لوگوں کے قلوب پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت غالب ہے وہ عرسوں سے بچنے ہی کو اچھا سمجھیں گے۔"

(جواب لاجواب ص ۱۳)

ندوی صاحب آپ نے تو کم لکھا، ذرا دیکھئے آپ کے مذہبی پیشوا کیا کہتے ہیں۔ خدارا کچھ کہنے اور لکھنے سے پہلے اپنے اکابر کی تحریروں کا مطالعہ کر لیا کیجئے۔

سوال: جس عرس پر صرف قرآن شریف پڑھا جاوے اور تقسیم شیرینی ہو شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: کسی عرس اور مولود مین شریک ہونا درست نہین اور کوئی سا

عرس یا مولود درست نہیں۔

(فتاوی رشیدیہ ص ۱۳۴)

اور اسی کتاب کے ص ۱۷۴ میں گنگوہی جی نے بے ضرورت بھی عرس میں جانے کو حرام لکھا ہے:

اور ص ۵۵۶ میں تو تجارت کے واسطے بھی جانا حرام بتایا ہے۔

اب آپ بتائیے کہ آپ نے عرس سے بچنا اچھا لکھا ہے جبکہ آپ سب کے مذہبی پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی جی نے نادرست اور عرس میں جانے کو حرام بتایا ہے۔ مگر تاریخ شاہد ہے کہ عطائے رسول خواجۂ خواجگان حضرت سیدنا خواجہ غریب نواز اجمیری حضرت سیدنا قطب الدین بختیار کاکی، حضرت سیدنا صوفی حمید الدین ناگوری، حضرت سیدنا بابا فرید الدین گنج شکر، حضرت سیدنا محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء، حضرت سیدنا مخدوم علاء الدین صابر کلیری، حضرت نصیر الدین چراغ دہلی، حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز، حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی، حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء اور سیدنا علاء الحق پنڈوی، حضرت سیدنا مخدوم مہائمی، حضرت سیدنا مخدوم اشرف جہانگیر کچھوچھوی، حضرت سیدنا شیخ العالم مخدوم احمد عبد الحق ردولوی، حضرت سیدنا مخدوم شاہ مینا لکھنوی اور حضرت سیدنا شاہ عبد القدوس گنگوہی علیہم الرحمۃ الرضوان نے ساری زندگی اعراس میں شرکت کی اسے پسند کیا ماضی قریب میں آپ سب کے مستند اور معتمد پیشوا حضرت شاہ عبد الرحیم دہلوی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی اور آپ سب کے پیر جناب حاجی امداد اللہ صاحب صابری چشتی خود دار العلوم دیوبند کے بانی حاجی عابد حسین بھی عرس کرتے تھے اور عرس میں شریک ہونا باعث برکت و سعادت

تصور کرتے تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بزرگان دین کے عرس کا ہی عقیدہ نہیں رکھتے تھے بلکہ ان نفوس قدسیہ سے عرس کے موقع پر منعقد ہونے والے نورانی محافل سے روحانی فیوض و برکات بھی حاصل کیا کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے چچا حضرت شیخ ابوالرضا قدس سرہ کے عرس اور اس سے حاصل ہونے والے فیض و برکت سے متعلق ایک واقعہ درج کیا ہے، فرماتے ہیں:

حضرت شیخ ابوالرضا محمد قدس سرہ کے عرس کی رات کو ان کے مقبرے میں لوگوں کی بھیڑ اور نغمہ سرائی کا ہنگامہ برپا تھا۔ لوگ اپنے شوق اور وجد میں مصروف تھے میں نماز عشا کے بعد اپنی مسجد شریف میں بیٹھا تھا کہ نور کا ایک ٹکڑا میرے پاس لایا گیا اور کہا گیا کہ وہاں پر ذوق و شوق اور روح مبارک کی کرامت کا جو کچھ ظہور ہوا ہے وہ سب مل کر اس صورت میں ہو گئے ہیں جو آپ کو ارسال کیا گیا ہے۔ اسی دوران نفس ناطقہ کا اثر تمام عالم میں ظاہر ہوا اور یہ بات واضح کی گئی کہ وہ نور اس منبع کا تابع ہے اگر چہ وہاں سے بھیجا گیا ہے۔

(القول الجلی فارسی ص ١٠١)

اس چونکا دینے والے واقعہ کا مطالعہ کرنے کے بعد شاہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی نے جو تاثر قائم کیا وہ درج ذیل ہے۔

اس ملفوظ سے ثابت ہے کہ آپ کے محترم چچا کا (بھی) عرس ہوا کرتا تھا۔ اور محفل سماع و سرود منعقد ہوا کرتی تھی اور لوگوں پر ذوق و شوق طاری ہوتا تھا اور آپ کے محترم چچا کی روح کی کرامت (اور برکات و انوار) کا ظہور ہوا کرتا تھا اور وہ محفل نورانی منور کرتا تھا۔ شاہ ولی اللہ کو اس احتفال پر کوئی اعتراض نہ تھا بلکہ آپ کو اس سے مشاہدات اور فیوضات روحانی حاصل ہوتے تھے۔

(القول الجلی کی بازیافت ص ٦٥)

بزرگان دین کے اعراس سے متعلق دیگر تفصیلات کا مطالعہ فیصلہ ہفت مسئلہ، انفاس العارفین اور ارواح ثلثہ میں کیا جا سکتا ہے۔

اب امتیاز میاں آپ بتایئے کیا ان سارے اکابر کے قلوب محبت رسول سے خالی تھے؟ صرف آپ ہی محبّ رسول ﷺ ہیں اور گنگوہی جی کے فتوے کی روشنی میں یہ سارے لوگ نادرست اور حرام کار تھے۔ اور شرک کیا کرتے تھے؟ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

یاد رکھئے نذر و نیاز و فاتحہ اور بزرگان دین کے اعراس طویل زمانہ سے امت کے تمام علماء اور مشائخ کا معمول رہا ہے اب اس کو ناجائز یا حرام کہنے سے ان اسلاف کو گمراہ اور جاہل سمجھنا لازم آتا ہے۔

مولوی اشرف علی تھانوی رشید احمد گنگوہی اور سارے اصاغر و اکابر علمائے دیوبند کے پیر و مرشد جناب حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی صابری چشتی اپنے ایک مکتوب میں گنگوہی جی کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

اگر دنیا میں کوئی رنج و غم ہے تو یہی ہے کہ چند مسائل میں آپ کی رائے علماء دہر و مشائخ زماں کے خلاف ہے۔

(نوادر امدادیہ ص ١٣)

لٰہذا اندوی جی ؎

یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر
اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

ندوی صاحب کا فریب

ندوی صاحب آپ نے لکھا ہے۔

مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں اور خاص طور سے ان کے حلقہ وعلاقہ میں جہاں اردو لکھی اور بولی جاتی تھی وہ آج کے مہذب اور متمدن اردو خاص طور سے لکھنؤ کی اردو سے بہت مختلف تھی۔

(جواب لاجواب ص ۱۴)

ندوی صاحب آپ اسمٰعیل دہلوی کی رسوائے زمانہ توہین آمیز اور پھوہڑ کتاب تقویۃ الایمان کا دفاع یہ کہہ کر کرنا چاہتے ہیں کہ یہ سب اسمٰعیل دہلوی کے غیر مہذب اور غیر متمدن اردو کا نتیجہ ہے۔یاد رکھئے آپ کے اس جہل و فریب کے کرتب اور مغالطوں کو سمجھ لینا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے۔انشاء اللہ ناظرین ہماری اس کتاب کا مطالعہ کریں گے تو آپ کے مغالطہ اور فریب کے سارے پردے تار تار نظر آئیں گے۔

کیا ہی خوب فرماتے ہیں الجامعۃ الاشرفیہ کے شیخ الادب حضرت علامہ مصباحی صاحب:

"یہ عجیب معاملہ ہے کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کا قلم جب اہانت انبیاء و اولیاء کے رخ پر چلتا ہے تو اسے ایک سے ایک الفاظ ملتے چلے جاتے ہیں اور جب شریعت کی صحیح ترجمانی اور تعظیم انبیاء و اولیاء کی نجات بخش شاہراہ پر چلنے کی بات آتی ہے تو اردو کی تنگ دامانی کا شکوہ ہونے لگتا ہے۔مولوی اسمٰعیل جیسے فاضل کو الفاظ ہی نہیں ملتے کہ وہ حقائق کو حقائق کی صورت میں پیش کریں۔ لامحالہ وہ اسلامی عقائد و افکار کا خون پر خون کرتے چلے جاتے ہیں۔"

مر کر مٹی میں ملنا

پہلا سوال: کیا نبی اکرم ﷺ مر کر مٹی میں مل گئے؟

جواب میں جو آپ نے لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔یہ بات تو متفق علیہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

۲۔انہیں مردہ مت کہو۔

۳۔انبیاء علیہم السلام مٹی میں نہیں مل جاتے۔

۴۔حضرت محمد ﷺ کے جسم کو بھی مٹی نہیں کھاسکتی۔

(جواب لاجواب ص ۱۷)

آگے صفحہ ۱۸ پر آپ رقم طراز ہیں:

یہاں مر کر مٹی میں ملنا خود حضور اکرم ﷺ کی زبان سے "لو مررت بقبری" کی توضیح میں کہلوایا گیا ہے۔آگے کا جملہ "سجدہ" تو اسی پاک ذات کو ہے کہ نہ مرے کبھی" اس سے صاف ظاہر ہے کہ "مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔" کا مطلب قبر میں جانے والا ہوں۔مٹی میں دفن ہونے والا ہوں۔جو ایک حقیقت ہے اور کتنی خوش قسمت ہے وہ مٹی جس کو حضور ﷺ کے جسم اطہر سے مس ہونے کا شرف حاصل ہے۔اس عبارت سے سڑ گل کر مٹی میں تحلیل ہو جانا ہر گز مراد نہیں ہے۔اس جملہ سے ہر گز ثابت نہیں ہوتا کہ صاحب تقویۃ الایمان حیات النبی فی القبر کے مخالف ہیں۔"

(جواب لاجواب ص ۱۸)

ندوی جی اگر شرم و غیرت ہے تو اس قدر کھلا ہوا مکر و فریب جھوٹ چھوڑیئے صاف صاف شاہ اسمٰعیل دہلوی نے، عاذ اللہ صد بار معاذ اللہ "مر کر مٹی

میں ملنے والا" لکھا اور آپ اس صریح گستاخی اور توہین کی تاویل کر رہے ہیں۔ کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے حضور کی حیات کو مانا ہے، جو وضاحت آپ کر رہے ہیں وہی ان کا مقصد تھا۔ سنئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لاتعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم ترجمہ: بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر

تقویۃ الایمان میں اسمٰعیل دہلوی نے لکھا ہے:

"میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔"

(تقویۃ الایمان ص ۱۳۲)

یہ بے باکانہ گستاخی اور حضور ﷺ پر افترا ہے۔ حاشا وکلا حضور سید عالم ﷺ نے ہر گز یہ نہیں فرمایا۔ یہ حضور پر بہتان ہے۔ بخاری شریف میں ہے۔

من کذب علیّ متعمداً فلیتبوا مقعده من النار

حضور ﷺ فرماتے ہیں "جس نے مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنائے۔

اور جھوٹ بھی ایسا جس سے احادیث کی مخالفت لازم آئے۔ سطور بالا میں حدیث مبارک آپ کے حوالے سے گزری ہے اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا کہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے۔

سارے وہابی دیوبندی ندوی بتائیں "لو مررت بقبری" کا ترجمہ یا توضیح "مر کر مٹی میں ملنا" کہاں سے ہو سکتا ہے۔ یاد رکھئے "مر کر مٹی میں ملنا" قطعی طور پر جھوٹ اور افترا تو ہے ہی ساتھ ہی ساتھ توہین و تنقیص بھی ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ کا مرتبہ تو بہت بلند و بالا ہے۔ مہذب لوگ تو اپنے برابر کے لئے بھی یہ کہنا گوارہ نہیں کرتے جو مر کر مٹی میں ملنے والے ہیں۔ ان کی نسبت بھی

کہہ دیجئے تو ناگوار گزرے۔

اگر کوئی کہہ دے مولوی اسمٰعیل دہلوی، اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی، علی میاں ندوی صاحب کے والد مر کر مٹی میں مل گئے تو ان کے معتقدین کو اس سے رنج ہو گا۔ مگر حبیب خدا کی شان میں تمہارے گرو نے لکھ دیا تو حیلے بہانے کر رہے ہو۔ ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے ایسے کفری اور گندے عقیدے سے توبہ ایمان کی نشانی اور مومن کی پہچان ہے۔

ندوی صاحب آگے آپ نے لکھا ہے:

"اب شاہ مخدوم احمد عبدالحق کی قبر کو سجدہ کرنے والے اور قبر شریف کے مجاورین اور مولوی عبدالمصطفیٰ جو اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور سجدہ سے نہیں روکتے۔ شرک یا حرام کے مرتکب کو نظرانداز کرتے ہیں۔ ان کو چاہیئے تھا کہ تقویۃ الایمان کی اسی عبارت سے سبق لیتے انہوں نے شرک و حرام کو تو نظر انداز کیا اور "مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں" کو اچھال کر اور من مانی تشریح کر کے اصل مسئلہ کو پیچھے ڈال دیا۔"

(حوالہ جواب لاجواب ص۱۹)

ندوی صاحب کچھ تو شرم کیجئے اتنا بڑا جھوٹ نہ بولئے۔ کیا آپ بتائیں گے کہ مخدوم صاحب کی قبر کو کون سجدہ کرتا ہے۔ میں بائیس سال سے آستانۂ مبارکہ پر حاضری دیتا ہوں۔ مگر الحمدللہ کبھی کسی مسلمان کو سجدہ کرتے نہیں دیکھا، ہاں البتہ کچھ عقیدت مند مزار مبارک کو بوسہ ضرور دیتے ہیں تو چوکھٹ یا مزار کا چومنا سجدہ کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ بھی مسلمانوں پر افترا و بہتان ہے۔ رہ گیا مسئلہ چومنے کا تو سنئے حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب فرنگی محلی قدس سرہ لکھتے ہیں:

"ایک شخص رسول پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول

اللہ ﷺ میں نے جنت کے دروازے کی چوکھٹ اور حسین آنکھوں والی حور کا بوسہ لینے کی قسم کھائی ہے نبی ﷺ نے حکم فرمایا کہ وہ اپنی والدہ کے پاؤں اور اپنے والد کی پیشانی کا بوسہ لے لے۔ اور مروی ہے کہ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اگر میرے والدین موجود نہ ہوں تو ارشاد فرمایا ان کی قبر کا بوسہ لو اس نے کہا اگر ان کی قبر کی شناخت مجھ سے نہ ہو سکے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم دو لکیریں کھینچ لو اور یہ نیت کر لو کہ ان میں ایک ماں کی قبر ہے اور دوسری والد کی اور پھر چوم لو تمہاری قسم نہیں ٹوٹے گی۔

(نور الایمان ص ۵۵)

کہئے ندوی صاحب اب تو سمجھ میں آگیا کہ بوسہ لینا اور ہے، سجدہ کرنا اور ہے۔

خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

دوسرا سوال: مولوی اسمٰعیل دہلوی نے لکھا:

سارا کاروبار جہان کا اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے۔ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

(تقویۃ الایمان مطبوعہ ندوہ ص ۱۲۲)

اور آپ نے لکھا ہے:

بیشک اللہ کے رسول ﷺ جو چاہتے ہیں اپنے اللہ سے عرض کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اسے پورا فرماتے ہیں ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہتا ہے۔ چنانچہ کبھی اللہ کے رسول ﷺ کچھ چاہتے ہیں اور وہ نہیں ہوتا۔

(جواب لاجواب ص ۲۰)

ندوی صاحب آپ لکھتے ہیں کبھی رسول کے چاہنے سے ہوتا ہے اور کبھی

نہیں ہوتا جبکہ مولوی اسمٰعیل دہلوی جی نے صاف لکھ دیا رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اب آپ دونوں مین سچا کون ہے کس کی بات صحیح مانی جائے؟ کیوں نہ دونوں کو جھوٹا مانا جائے۔ خدا و رسول جل جلالہ و ﷺ کو ہی سچا مانا جائے۔ قرآن پاک میں ہے:

قد نریٰ تقلبك وجهك فی السماء فلنولينك قبلة ترضٰها

ترجمہ: ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا۔ تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔

اور سورۂ وَالضُّحیٰ شریف میں فرمایا:

ولسوف يعطيك ربك فترضىٰ اور بیشک قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔

رب تو فرمائے محبوب میں تمہاری مرضی پوری کروں گا۔ مگر نام نہاد وہابی مسلمان کہتے ہیں نہیں رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ ندوی صاحب آپ نے اس سلسلہ میں جو حدیث لکھی ہے صاحب مشکوٰۃ نے خود لکھا ہے وفی رواية منقطعاً۔ لہٰذا بتایئے یہ کیسا مغالطہ اور خیانت ہے کہ حدیث منقطع لکھی جاتی ہے اور اشارہ تک نہیں کیا جاتا کہ یہ منقطع ہے۔ دیکھئے حدیث شریف میں ہے۔

عن حذيفة عن النبی صلی الله عليه وسلم قال لاتقولوا ماشاء الله و شاء فلان ولكن قولوا ماشاء الله ثم شاء فلان

یعنی حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ نا کہو جو چاہا اللہ نے اور جو چاہا فلاں نے لیکن یہ کہو جو چاہا اللہ نے پھر چاہا فلاں نے۔ (مشکوٰۃ شریف ۴۱۷)

معلوم ہوا کہ اللہ نے چاہا پھر رسول اللہ نے چاہا کہا جا سکتا ہے آپ کے

شہید صاحب لکھتے ہیں۔ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا مگر دیکھئے اللہ کے رسول سید عالم ﷺ کیا فرماتے ہیں۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکار نے فرمایا:

لوشئت لسارت معی جبال الذھب (اگر میں چاہتا تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلتے)

(مشکوٰۃ شریف)

اب دیکھئے بعنایت الٰہی رسول کے چاہنے سے کیا کچھ ہوتا ہے اور کیسے ہوتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرمارہے تھے۔ لوگ کھڑے ہوگئے اور واویلا شروع کردیا یارسول اللہ بارش رک گئی۔ درخت سرخ ہوگئے جانور ہلاک ہوگئے اس لیے آپ اللہ سے بارش کی دعا کیجئے۔ سید عالم ﷺ نے دوبار فرمایا اے اللہ ہمیں سیراب فرما، بخدا اس وقت آسمان پر ایک بھی ٹکڑا بادل کا نہ تھا۔ اچانک بادل کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا اور بارش ہونے لگی۔ سرکار مدینہ ﷺ ممبر سے اترے پھر نماز پڑھی جب فارغ ہوئے تو اس کے بعد دوسرے جمعہ تک بارش ہوتی رہی۔ جب آقائے نامدار ﷺ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے تو پھر لوگوں نے واویلا کیا۔ یارسول لوگوں کے مکانات منہدم ہوگئے راستے بند ہوگئے دعا کیجئے اللہ تعالیٰ بارش روک دے۔

فتبسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم و قال اللھم حوالین ولا علینا تکشتطت المدینة فجعلت تمطر حولھا و ماتمطر بالمدینة قطرة فنظرت الی المدینة و انھا لفی مثل الکیل

غیب داں نبی ﷺ مسکرائے اور فرمایا اے میرے اللہ ہمارے گرد و پیش

میں برسا ہم پر نہ برسا مدینے سے بادل ہٹ گئے اور قرب وجوار میں بارش ہو رہی تھی۔ لیکن مدینے میں ایک قطرہ بھی نہیں برس رہا تھا۔ میں نے مدینہ کو دیکھا ناخن کی طرح چمک رہا تھا۔

(بخاری شریف)

ندوی صاحب کیا ندوہ میں بخاری شریف کی یہ روایت نہیں پڑھائی جاتی یا پڑھائی تو جاتی ہے مگر ~

بے عشق نبی پڑھتے ہیں جو لوگ بخاری
آتا ہے بخار ان کو بخاری نہیں آتی

لیجئے بخاری شریف سے ایک حدیث پاک اور سن لیجئے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے روز لوگوں کو پیاس لگی اور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں ایک چھاگل رکھی ہوئی تھی۔ جس سے سرکار مدینہ ﷺ نے وضو فرمایا لوگ آپ کی خدمت اقدس میں آکر جمع ہوگئے۔ دریافت فرمایا تمہیں کیا ہوگیا، عرض کرنے لگے یارسول اللہ ﷺ ہمارے پاس وضو کے لئے پانی نہیں ہے بس یہی ذرا سا پانی ہے جو آپ کی بارگاہ میں رکھا ہوا ہے۔ بس آپ نے اپنا دست مبارک چھاگل میں ڈالا تو آپ کے انگشت ہائے مبارک سے پانی ابل پڑا جیسے چشمے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پیا اور وضو کیا۔ راوی نے حضرت جابر سے پوچھا آپ اس وقت کتنے تھے۔

قال لو کنا ماۃ الف لکفانا کنا خمس عشرۃ ماۃ

ارشاد فرمایا اگر ہم لاکھ ہوتے تب بھی سب کے لئے کافی ہوتا لیکن ہم پندرہ سو تھے۔ (بخاری شریف)

معزز ناظرین ان ایمان افروز وہابیت و ندویت سوز احادیث کو پڑھنے کے بعد ایک بار پھر غور کیجئے یہ کلمہ کیسا مکروہ اور خلاف ادب ہے رسول پاک کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا ایسا کلمہ کسی نیاز مند کے منہ سے کسی مخدوم کی شان میں نہیں نکلتا۔ مگر اسمٰعیل دہلوی کی زبان سے ایسے کلمے خاص کر حضور پر نور ﷺ کی شان میں نکلتے ہیں۔

وہابی عقیدہ، انگریز مختار۔ رسول مجبور

انگریز گورنمنٹ کے لئے نیاز مندی دیکھئے مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب فرماتے ہیں سرکار (انگریزی گورنمنٹ) مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔

(تذکرۃ الرشید ص ٨٠ جلد اول)

غور کیجئے انگریزی گورنمنٹ تو مالک بھی ہے مختار بھی ہے جو چاہے کر سکتی ہے ہاں البتہ "رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔" سچ ہے جو جس کا کھاتا ہے اسی کا گن گاتا ہے۔ مختار کائنات کے بارے میں تو یہ عقیدہ ہے مگر اپنے مولویوں کے بارے میں ان کا عقیدہ ملاحظہ کریں۔ مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کہتے ہیں:

"سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بقسم کہتا ہوں کہ بس کچھ نہیں ہوں۔ مگر اس زمانے میں ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر۔"

(تذکرۃ الرشید جلد دوم ص ١٧)

ساتھ ہی ساتھ گنگوہی صاحب کی ایک مریدہ کا بیان بھی پڑھ لیں۔ کہتی

ہیں میں نے صبح کی نماز حضرت (گنگوہی) کو حرم شریف میں پڑھتے دیکھا ہے اور لوگوں سے سنا بھی کہ یہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ہیں گنگوہ سے تشریف لایا کرتے ہیں۔

(تذکرۃ الرشید جلد دوم ص ٢١٣)

وہابیوں دیوبندیوں اور ندویوں کے مسلم الثبوت پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی اگر چاہیں تو روزانہ فجر کی نماز گنگوہ سے جاکر کعبہ میں پڑھیں اور نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ عقیدہ کہ "ان کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔" العیاذ باللہ تعالیٰ۔

وہابی عقیدہ رسول کی تعریف میں اختصار کرو

تیسرا سوال : تقویۃ الایمان میں دہلوی جی لکھتے ہیں:
"یعنی کسی بزرگ کی شان میں زبان سنبھال کر بولو اور جو بشر کی سی تعریف ہو سو ہی کرو سو اس میں بھی اختصار ہی کرو۔" (تقویۃ الایمان ص ١٣٦)

ندوی صاحب نے اس عبارت کو لکھ کر بہت اچھل کود دکھائی ہے اور لکھا ہے کہ اس عبارت میں "اپنے جیسے" نہیں ہے۔ کیا یہ بڑھا دینا درست ہے۔ ندوی صاحب اگر اس سطر میں "اپنے جیسے" کا لفظ نہیں ہے تو دوسرے صفحات کا مطالعہ کیجئے۔ متعدد جگہ اپنے جیسا مل جائے گا۔ اور پھر جب عبارت میں بشر موجود ہے تو "اپنے جیسا" کیا بشر نہیں ہے آپ کے دہلوی جی تو کہتے ہیں جو بشر کی سی تعریف ہو اس میں بھی اختصار کرو یعنی اپنے جیسے بشر سے بھی کمتر سمجھو۔ معاذ اللہ

ایک حدیث شریف میں حضور اکرم ﷺ اپنی عظمتوں کا ذکر کرتے

ہوئے فرماتے ہیں:

اذا كان يوم القيامة كنت امام النبيين و خطيبهم و صاحب شفاعتهم غير فخر

یعنی قیامت کے دن میں انبیاء کا امام اور خطیب اور ان کا صاحب شفاعت ہوں گا۔ اور یہ بات فخر سے نہیں کہتا۔

(ترمذی شریف)

اور سنئے سردار دو عالم ﷺ تمام بنی آدم کے آقا ہیں آپ کا ارشاد گرامی ہے۔

انا سيد ولد آدم يوم القيامة ولا فخر

یعنی قیامت کے دن میں اولاد آدم کا آقا ہوں گا اور کوئی فخر نہیں ہے۔

(الجامع الصغیر)

امتیاز صاحب سید المرسلین طٰہٰ و یٰسین ﷺ کے بارے میں تو آپ حضرات کا یہ عقیدہ ہے کہ "جو بشر کی سی تعریف ہو سو وہی کرو سو ان میں بھی اختصار ہی کرو۔"

(تقویۃ الایمان ص ۱۳۶)

"مگر اپنے مولویوں کے بارے میں کیا عقیدہ ہے یہ بھی دیکھتے چلئے ارواح ثلٰثہ میں کہ مولانا رفیع الدین صاحب فرماتے تھے کہ میں پچیس برس حضرت مولانا نانوتوی (قاسم نانوتوی) کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور کبھی بلا وضو نہیں گیا میں نے انسانیت سے بالا درجہ ان کا دیکھا ہے۔ وہ شخص ایک فرشتہ مقرب تھا جو انسانوں میں ظاہر کیا گیا۔"

(ارواح ثلٰثہ حکایت نمبر ۲۴۲ ص ۲۵۹)

امتیاز صاحب ہو سکتا ہے کہ عوام کو دھوکا دینے کے لئے کہیں کہ ارواح

ثلٰثہ، تذکرۃ الرشید یا مذکورہ دیوبندی مولویوں سے ہمارا کیا تعلق؟ تو میں بتادوں کہ ندوہ کے سربراہ اعلیٰ علی میاں ندوی صاحب اپنی تصانیف میں جابجا مذکورہ کتابوں اور مولویوں کا نام بہت عزت و تکریم اور محبت سے لیتے ہیں اس لئے یہ کہنے سے نجات نہیں ملے گی۔ اب آپ بتایئے ایک طرف رسول خدا ہیں دوسری طرف آپ کے مولانا۔ تعظیم و توقیر کا یہ دوہرا معیار کیا وفادار امتی ہونے کی دلیل ہے یا غدار ہونے کا ثبوت؟

انبیاء اولیاء ذرۂ ناچیز سے کمتر نہیں بلکہ عزت والے ہیں

چوتھا سوال: مولوی اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں:

سب انبیاء اولیاء اس کے روبرو ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔

(تقویۃ الایمان ص ۱۱۹)

اس ناپاک اور ملعون عبارت میں دہلوی نے صاف صاف لکھ دیا کہ اللہ کی بارگاہ میں ذرۂ ناچیز کی تو اہمیت ہے مگر معاذ اللہ انبیاء اولیاء ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ کیسی سخت گستاخی ہے کیسی دل آزاری بے ادبی ہے ظالموں سے پوچھو کہ یہ کہاں سے کہتے ہو کیا اللہ رب العزت جل مجدہ اور اس کے پیارے محبوب ﷺ نے تمہیں یہ بتایا ہے۔ قرآن پاک میں خداوند جل وعلا فرماتا ہے:

لله العزة ولرسوله وللمومنين

اللہ کے لئے عزت ہے رسول کے لئے عزت ہے اور مومنین کے لئے عزت ہے اور جو اس عزت کو نہ جانے ان کو قرآن پاک منافق کہتا ہے۔

لكن المنافقون لا يعلمون

یہ بد نصیب مقبولان بارگاہ کو ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر کہتے ہیں۔ معاذ اللہ

ذرۂ ناچیز سے بھی زیادہ ذلیل کون ہوا۔ سید عالم ﷺ کو بھنگی اور چمار سے زیادہ ذلیل کے اذیت ناک الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے جس کو لکھتے ہوئے قلم لرز رہا ہے۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے

(۱) و تعزروہ و توقروہ میرے رسول کی تعظیم و توقیر کرو

(۲) یا ایھا الذین آمنوا لاتقولوا راعنا و قولوا انظرنا واسمعوا وللکٰفرین عذاب الیم

اے ایمان والو راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

(۳) یا ایھا النبی انا ارسلناک شاھدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الی اللہ باذنہ و سراجا منیرا

(اے غیب کی خبریں بتانے والے نبی بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوش خبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔)

قرآن مقدس کی صدہا آیات و احادیث مبارکہ کے ارشاد شہادت دیتے ہیں کہ محبوب خدا ﷺ عزت و عظمت، شان و شوکت اور بلندی والے ہیں مگر ندوہ والے معاذ اللہ ذرۂ ناچیز سے کمتر بتاتے ہیں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت نے سچ فرمایا ؎

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا

سید عالم عاجز اور بڑے بھائی کی طرح نہیں

پانچواں سوال: کیا سید الانبیاء ﷺ ہماری طرح عاجز اور ہمارے بڑے بھائی کی طرح ہیں؟

تقویۃ الایمان میں ہے:

اولیاء انبیاء امام، امام زادہ پیر و مرشد یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے اور ہم کو ان کی فرماں برداری کا حکم دیا۔

(تقویۃ الایمان ص ۱۳۱)

ندوی صاحب آپ کو شکایت ہے کہ اس عبارت میں ہماری طرح، عاجز کہا ہے اور سنئے ہماری طرح تو ہلکی بات ہے دیکھئے آپ کے دہلوی صاحب کا عقیدہ کیا ہے اسی تقویۃ الایمان میں لکھتے ہیں:

اس بات میں اولیاء انبیاء اور جن و شیطان میں اور بھوت پری میں کچھ فرق نہیں۔

(تقویۃ الایمان ص ۳۰)

انبیاء اولیاء کا ذکر اور ذلیل ترین مخلوق اور مقہور بارگاہ الٰہی شیطان اور بھوت کے ساتھ اس بے ادبی سے مسلمانوں کے تو دل لرزتے ہیں مگر وہابیہ ایسی بے ادبی اور گستاخی کے عادی ہوگئے ہیں اگر ان کی نسبت کہہ دیا جائے کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی اور شیطان و بھوت میں اس بات میں کچھ فرق نہیں تو آپے سے باہر ہوجائیں گے اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی شان میں کچھ پرواہ نہیں۔ ندوی صاحب آپ کا یہ کیسا دین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

لایستوی اصحاب النار و اصحاب الجنۃ (جہنم والے اور جنت

والے برابر نہیں)

مگر ندوہ کا عقیدہ ہے سب برابر ہیں۔ قرآن پاک فرماتا ہے۔

ورفع بعضهم درجات (اور بعض کو درجوں کو بلند کیا)

توجب رسول برابر نہیں تو رسول اور جن و شیطان کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔

ناظرین غور فرمائیں۔ ندوہ والے فضلنا بعضهم علی بعض کی کھلی مخالفت کرتے ہوئے شان انبیاء گھٹانے کے کس قدر درپے ہیں اور کس بدتمیزی اور گستاخی کے ساتھ زبان درازی کرتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو تقویۃ الایمان جیسی گندی اور پھوہڑ کتاب ہر گز داخل نصاب نہ کرتے۔

سید عالم ﷺ کے تمام فضائل و کمالات کو بزعم خود مٹا کر برابری جوڑی اور بھائی بندے کا رشتہ گڑھا تاکہ عوام کے قلوب سے حضور کی عظمت بالکل ہی نکال دے یہ یقیناً توہین رسول ہے کوئی اپنے باپ یا آقا اور بادشاہ کو بڑا بھائی نہیں کہہ سکتا۔ اگر کہے تو گستاخ اور بے ادب سمجھا جائے۔ پھر باپ دادا استاذ پیر بادشاہ سب جس بارگاہ اقدس کے غلام ہیں ان کی بارگاہ میں یہ بے ادبی حضور ﷺ کے پیارے صحابہ جب سرکار سے کچھ عرض کرتے تو پہلے "بابی و انت و امی" کہتے۔ یعنی میرے ماں باپ یارسول اللہ آپ پر قربان ہوں سبحان اللہ اصحاب کرام تو بات بات میں اپنے ماں باپ قربان کریں۔ یہ بے ادب ان کو بڑا بھائی بتائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ النبی اولیٰ بالمومنین من انفسهم و ازواجه امهاتهم۔

(یعنی نبی ﷺ مومنین کے ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہیں۔ اور نبی

ﷺ کی بیویاں مومنین کی مائیں ہیں)

قرآن پاک تو حضور کو مومنین کا مالک (اور سرکار کی بیویوں کو مومنین کی مائیں بتائے اور وہابی گستاخ حضور کو بڑا بھائی ٹھہرائے۔ اب یہ ندوی لوگ بتائیں کہ بڑے بھائی کی بیوی کیا ہوتی ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ

حضور ﷺ کا مرتبہ سارے عالم اور تمام خلق سے اعلیٰ ہے اور بارگاہ حق میں جو عزت و عظمت آپ کی ہے وہ کسی کو میسر نہیں مگر تقویۃ الایمان والے بڑا بھائی ہی سمجھتے ہیں۔ ارے بڑا بھائی کتنا ہی بڑا ہو باپ سے تو چھوٹا ہوتا ہے۔

نذر و نیاز کرنے والے مشرک نہیں

چھٹا سوال: کیا ہم حضرت شیخ العالم قدس سرہ کی نذر و نیاز کر کے ابوجہل کی طرح مشرک ہیں؟

تقویۃ الایمان میں اسمٰعیل دہلوی نے لکھا:

اللہ تعالیٰ نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی اور کوئی کسی کی حمایت نہیں کر سکتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا کے وقت میں کافر بھی بتوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے۔ بلکہ اسی کا مخلوق اور اس کا بندہ سمجھتے تھے۔ اور اس کے مقابل کی طاقت ثابت نہیں کرتے تھے۔ مگر یہی پکارنا اور منتیں ماننی اور نذر و نیاز کرنی اور ان کو اپنا وکیل اور شفارشی سمجھنا یہی ان کا کفرو شرک تھا۔ جو کوئی کسی سے نہ معلوم کرے گو کہ اس کو اللہ کا بندہ اور مخلوق سمجھے سو ابوجہل اور شرک میں برابر ہے۔

(تقویۃ الایمان ص ۲۹)

ندوی صاحب آپ کے شہید صاحب نے اس عبارت میں صاف صاف لکھ دیا اگر کوئی شخص حضور سید عالم ﷺ کو اللہ کا بندہ اور مخلوق سمجھتے ہوئے انہیں

پکارے ان کی منت مانے یا نذر و نیاز کرے اور انہیں اپنا وکیل اور سفارشی سمجھے وہ ابو جہل کے برابر مشرک ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے الا باذنہ کے ساتھ مستثنیٰ فرمایا اور مفسرین فرماتے ہیں اس سے حضور اقدس ﷺ کی شفاعت اور بعض انبیاء اور ملائکہ کی شفاعت اور مومنین کی شفاعت مراد ہے۔

تفسیر روح البیان وغیرہ سے ثابت ہے ہمارے سرکار شفاعت فرمائیں گے۔ قرآن پاک میں بتوں کی شفاعت کا ابطال اور محبوبان خدا کی شفاعت کا اثبات ہے اور الحمد للہ صدہا احادیث اس مضمون میں وارد ہیں مگر صاحب تقویۃ الایمان سب کو چھوڑ کر انبیاء کی شفاعت کے انکار پر اڑا ہوا ہے اور شفاعت انبیاء کو بے فائدہ بتاتا ہے قرآن و حدیث سے اس کو کس قدر مخالفت اور ضد ہے۔ پھر جو آیت مشرکین اور بتوں کے حق میں تھی اس کو مومنین اور محبوبان خدا پر ڈھالنا بھی خارجیوں کا طریقہ ہے۔

ندوی صاحب آپ کہتے ہیں نیاز نام نہ رکھئے مگر یہ دیکھئے حضرت شاہ محدث عبد العزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کیا فرماتے ہیں:

طعام کہ ثواب آں نیاز حضرت امامین نمائندہ بر آں فاتحہ و قل و درود خواندن تبرک ایں شود و خوردن بسیار خوب است

(فتاویٰ عزیزیہ ص ۵۷۷)

امامین کی نیاز کا کھانا اور اس پر فاتحہ، قل و درود پڑھنا شاہ صاحب متبرک اور بہت خوب بتاتے ہیں۔ یہ وہی نیاز ہے جس کو اسمٰعیل دہلوی شرک کہتے ہیں قبر پر نذر ماننے اس برکت سے حاجات طلب کرنے کا عمل صدر اسلام میں بھی ہو رہا تھا۔ حضرت سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ۵۲ھ میں

ہوا تھا۔ قسطنطنیہ میں مدفون ہیں۔ ابن سعد نے اپنی طبقات میں لکھا ہے:

لقد بلغنی عنا الروم یتعاهدون قبره و یرمونه و یستسقون به اذا قحطوا

مجھے معلوم ہوا کہ اہل روم ان کی قبر پر منت مانتے ہیں اور اس کی مرمت کرتے ہیں اور جب سوکھا پڑے تو اس کے واسطے سے پانی برسنے کی دعا کرتے ہیں۔

ندوی صاحب آپ لکھتے ہیں:

رہی بات آپ کی کہ کیا آپ شیخ العالم کی نذر و نیاز کر کے مشرک ہیں؟ تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ آپ ایصال ثواب کو اپنی ناسمجھی سے نذر و نیاز نام دئے ہوتے ہیں۔ ایصال ثواب ایک کار خیر ہے کہ حدیث رسول ﷺ سے ثابت ہے۔ پس ہم آپ کو اپنا بھائی سمجھتے ہیں .... لیکن اگر کسی کا عقیدہ یہ ہو کہ ہم قبر پر چڑھاوا چڑھاتے ہیں جسے صاحب قبر قبول فرماتے ہیں اور خوش ہو کر ہمارے کام بنا دیتے ہیں ہماری بلائیں دور کرتے ہیں تو چاہے یہ عمل ہم کریں یا آپ یا کوئی اور یہ عمل تو شرک ہی کا عمل ہے۔

(جواب لاجواب ص ۳۰)

امتیاز صاحب اس سلسلہ میں صرف ایک واقعہ میں ارواح ثلثہ کے حوالے سے نقل کر رہا ہوں، سنئے۔

حکایت نمبر ۳۶۶ مولوی معین الدین صاحب حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے وہ حضرت مولانا کی ایک کرامت جو بعد وفات ہوئی بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ہمارے نانوتہ میں جاڑا بخار کی بہت کثرت ہوئی سو جو شخص مولانا کی قبر سے مٹی لے جا کر باندھ لیتا اسے ہی آرام ہو جاتا بس اس کثرت سے مٹی لے گئے جب بھی قبر پر مٹی

ڈلواؤں تب ہی ختم ہوگئی۔ کئی مرتبہ ڈال چکا پریشان ہوکر ایک دفعہ مولانا کی
قبر پر جاکر کہا کہ (صاحبزادے بہت تیز مزاج تھے) آپ کی تو کرامت ہوگئی
اور ہماری مصیبت ہوگئی یاد رکھو کہ اگر اب کے کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں
گے ایسے ہی پڑے رہو لوگ جوتا پہنے تمہارے اوپر سے ہی چلیں گے بس اسی
دن سے پھر کسی کو آرام نہ ہوا جیسے شہرت آرام کی ہوتی تھی ویسے ہی شہرت
ہوگئی کہ اب آرام نہیں پھر لوگوں نے مٹی لے جانا بند کردیا۔

(ارواح ثلثہ ص ۳۳۹)

کہئے ندوی صاحب اس ایک واقعہ میں تقویۃ الایمان کے فتوے سے کتنے
شرک شامل ہیں اور ارواح ثلثہ کتنی معتبر کتاب ہے مگر آپ نہ جانتے ہوں تو علی
میاں صاحب سے پوچھ لیجئے جو بار بار اپنی کتابوں کے قارئین کو ارواح ثلثہ ملاحظہ
کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ حوالہ کے لیے کم از کم مولانا الیاس اور ان کی دعوت
ہی دیکھ لیجئے ندوی صاحب آپ لوگ تو کہتے ہیں کہ اللہ کو مانو اللہ کے سوا کسی کو نہ
مانو اولیائے کرام کے علاوہ خود انبیاء و مرسلین حتیٰ کہ سید عالم ﷺ کے سلسلے میں
بھی یہی گندہ عقیدہ رکھتے ہیں مگر ذرا قرآن مقدس کو دیکھئے کس طرح حضور
اکرم ﷺ کو خدا سے ملا رہا ہے۔

درج ذیل آیات مبارکہ میں رسول خدا سے جس طرح تعلق اور ربط باہم
ہے اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔

(۱) اغنٰھم اللہ و رسولہ من فضلہ
یعنی اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے انہیں غنی کردیا

(۲) ولو انھم رضوا ما اٰتٰھم اللہ و رسولہ
یعنی اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور

اس کے رسول نے ان کو دیا۔

(۳) انما ولیکم اللہ و رسولہ
یعنی بیشک اللہ اور اس کا رسول تمہارا مددگار ہے۔

ذلیل کہنا قرآن وحدیث کی صریح مخالفت ہے

ساتواں سوال: کیا ہمارے حضور پُرنور افضل الخلق محبوب
ربانی ﷺ اور حضرت سیدنا شیخ العالم قدس سرہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے
بھی ذلیل ہیں؟ تقویۃ الایمان میں ہے۔

جس نے اللہ کا حق اس کی مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے کا حق لے کر
ذلیل سے ذلیل کو دے دیا جیسے بادشاہ کا تاج ایک چمار کے سر پر رکھ دیجئے اس
سے بڑی بے انصافی کیا ہوگی اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا
وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے

(تقویۃ الایمان ص ۴۱)

ندوی صاحب اس عبارت کی توضیح میں آپ نے لکھا اللہ کے مقابلہ میں
کسی کو جتنا بھی گھٹایا جائے اس کی توہین نہیں ہوسکتی۔

اسمٰعیل دہلوی نے عوام الناس کے واسطے تقویۃ الایمان کو اردو میں لکھا کیا
آپ لوگ دکھا سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے محبوب سید عالم ﷺ کے
لئے ایسی بدقدری کی ہے۔ بلاشبہ اس عبارت میں بڑی مخلوق میں سید عالم ﷺ
شامل ہیں کیونکہ خدا کی خدائی میں ان سے بڑا کوئی نہیں مگر انہیں تم لوگ چمار
سے زیادہ ذلیل ثابت کرنا چاہتے ہو ذرا دیکھو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو کیسی
رفعت اور عزت و عظمت عطا کی ہے۔

(۱) وكان فضل الله عليك عظيما

اور تم پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔

(۲) تلك الرسول فضلنا بعضهم على بعض

وہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔

(۳) ورفعنا لك ذكرك

اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔

(۴) من يطع الرسول فقد اطاع الله

جس نے رسول کا حکم مانا ہے بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

(۵) وجيها في الدنيا والآخرة و من المقربين

حضرت عیسیٰ کے ۔لئے فرمایا گیا دنیا و آخرت میں وجاہت اور قرب والے ہیں۔

(۶) اطيعو الله واطيعوا الرسول

حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا

(۷) مااتاكم الرسول فخذوه و مانهكم عنه فانتهوه

اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں، وہ لو اور جس سے منع فرمائیں بعض رہو، سچ فرمایا امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز نے۔

یہ ہے دین کی تقویت اس کے گھر یہ ہے مستقیم صراط شر

جو شقی کے دل میں ہے گاؤ خر تو زباں پہ چوڑھا چمار ہے

سید المرسلین ﷺ کی ساری مخلوقات میں سب سے بڑے مخلوق ہیں جو حضور کو سب سے بڑا مخلوق نہ مانے وہ مسلمان نہیں اور دوسرے انبیاء واولیاء وغیرہ حضور سے چھوٹے مخلوق ہیں تو تقویۃ الایمان کی اس عبارت کا مطلب یہ

ہوا کہ انبیاء واولیاء میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کی شان کے سامنے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں یعنی چمار کی بھی کچھ نہ کچھ تھوڑی بہت عزت ورفعت ہے۔ معاذ اللہ تعالیٰ

ماہنامہ تجلی دیوبند کے سابق ایڈیٹر فاضل دیوبند مولوی عامر عثمانی صاحب تقویۃ الایمان کے اس جملے پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔
کیا اس کا صاف اور بدیہی مطلب یہ نہیں کہ اولیاء وصحابہ تو ایک طرف تمام انبیاء ورسل اور خاتم النبیین ﷺ بھی اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں۔ کیسا خطرناک انداز بیان ہے کتنے لرزا دینے والے الفاظ ہیں

(ماہنامہ تجلی دیوبند شمارہ جون ۱۹۵۹ء)

اللہ والے مدد کرتے ہیں

آٹھواں سوال: کیا حضرت شیخ العالم قدس سرہ کے نام مبارک کی تسبیح اغثنی وامددنی یا شیخ عبدالحق جو خاندان صابریہ میں معمول و مشہور ہے شرک ہے؟

تقویۃ الایمان میں ہے:

یہ جو لوگوں میں ایک ختم مشہور ہے۔ اس میں یوں پڑھتے ہیں "یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ" یعنی اے شیخ عبدالقادر دو تم اللہ کے واسطے یہ لفظ نہ کہا جائے۔

(تقویۃ الایمان ص ۱۲۱)

ندوی جی لکھتے ہیں کہ

استمداد اور استغاثہ کو درست سمجھیں گے تو ہرے راما اور ہرے کرشنا کے وظیفہ اور ہنومان سنکٹ موچن سمجھنے ہنومان چالسا پڑھنے کے بارہ میں آپ کا کیا

فیصلہ ہو گا۔ (جواب لاجواب ص ۳۴۔۳۳)

الحمد للہ چند وہابیوں کو چھوڑ کر باقی سارے مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء و اولیاء اور شہداء کو قدرت و تصرف اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے عالم میں تصرف کرتے ہیں بالکل حق ہے۔ قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ السلام کا یہ ارشاد موجود ہے۔

انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ ابرئ الاکمہ والابرص و احی الموتی باذن اللہ و انبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم۔

(یعنی میں تمہارے لئے مٹی سے پرندکی سی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں۔ تو وہ فوراً پرندہ بن جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور میں شفاء دیتا ہوں مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھر میں جمع کر کے رکھتے ہو۔)

دیکھئے تخلیق فرمانا شفاء دینا مردے کو زندہ فرمانا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے اس لحاظ سے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کاموں کا دعویٰ کیا۔ لیکن آپ فرماتے ہیں (باذن اللہ) یعنی مجھے اللہ نے یہ طاقت بخشی ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ مسلمانوں کا یہ اعتقاد کہ انبیاء، اولیاء، اللہ کے پیارے ہیں جو چاہیں سو کریں اور یہ اللہ کی بارگاہ میں ہمارے سفارشی ہیں۔ ان کے ملنے سے خدا ملتا ہے ان کے پکارنے سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ جتنا ہم ان کو مانتے ہیں اتنا ہی اللہ سے نزدیک ہوتے ہیں یہ سب اسلامی عقائد اور قرآن و حدیث کے مطابق ہیں۔

رحمت عالم ﷺ فرماتے ہیں۔

اطلبوا الحوائج الی ذوی الرحمۃ من امتی ترزقوا و تفلحوا

یعنی میرے رحم دل امتیوں سے حاجتیں مانگو ان سے فضل طلب کرو ان سے بھلائی چاہو رزق پاؤ گے مراد کو پہنچو گے۔ (الامن والعلی ص ۷۰)

اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ اگر کہیں ضرورت پڑجائے کوئی مددگار نہ ہو تو پکارو اعینونی یا عباد اللہ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔

ندوی صاحب استمداد اور استغاثہ کا حکم دینے والے سرکار سے پوچھئے ہرے راما اور ہرے کرشنا اور سنکٹ موچن ہنومان چالسا کے بارے میں آپ کا کیا فیصلہ ہے۔

دیکھئے یہ آپ سب کے پیروں کے پیر جناب حاجی امداد اللہ کیا کہہ رہے ہیں۔

اچھا ہوں یا برا ہوں غرض جو کچھ بھی ہوں سو ہوں
پر ہوں تمہارا تم میرے مختار یا رسول
تم نے بھی گر نہ لی خبر اس حال زار کی
اب جائے کہاں بتاؤ یہ لاچار یا رسول
دونوں جہاں میں مجھ کو وسیلہ ہے آپ کا
کیا غم گرچہ ہوں میں بہت خار یا رسول
کیا ڈر ہے اس کو لشکر عصیاں و جرم سے
تم سا شفیع ہو جس کا مددگار یا رسول
ہو آستانہ آپ کا امداد کی جبیں
اور اس سے زیادہ کچھ نہیں درکار یا رسول

اور ہاں ذرا اپنے حجۃ الاسلام مولوی قاسم نانوتوی صاحب کی بھی سن

لیجئے۔ وہ استغاثہ واستمداد کر رہے ہیں۔

جو جبریل مدد پرہو فکر کی میری
تو آگے بڑھ کے کہوں اے جہان کے سردار
جو انبیاء ہیں وہ آگے تری نبوت کے
کرے ہیں امتی ہونے کا یا نبی اقرار
یہ سن کے آپ شفیع گناہ گاراں ہیں
کئے ہیں میں نے اکٹھے گناہ کے انبار
یہ ہے اجابت حق کو تری دعا کا لحاظ
قضاء مبرم و مشروط کہ سنیں نہ پکار
جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا
بنے گا کون ہمارا تیرے سوا غم خوار

(تبلیغی نصاب)

جناب امتیاز صاحب حق وصداقت کا عینک لگا کر اسے پڑھئے اور ٹھنڈے دل سے بتایئے کہ کیا ان اشعار میں سرکار دو عالم ﷺ سے ان اکابر دیوبند نے استغاثہ نہیں کیا ہے؟ اگر کیا ہے اور یقیناً کیا ہے تو تقویۃ الایمان کی عبارت کی روشنی میں مشرک ہوئے یا نہیں۔

جاہل کہنے والے خود جاہل ہیں

نواں سوال: حضرت شیخ العالم قدس سرہ نے خود اپنا توشہ کرنے کا حکم فرمایا۔ (دیکھئے انوار العیون شریف ص ۱۲۹) اور آپ نے تقویۃ الایمان حاشیہ ص ۳۶ پر لکھا ہے کہ ہندوستان کے غالی اور جاہل لوگوں نے ایک خاص قسم کا

کھانا ایجاد کر لیا ہے جس کا نام "توشۂ عبدالحق" رکھا ہے۔ تو کیا شیخ العالم مخدوم ردولوی آپ کی نظر میں جاہل اور غالی تھے؟

ندوی صاحب آپ اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

"میرا عقیدہ ہے شیخ ردولوی کی طرف کسی ایسے فعل کی نسبت جو شریعت کے خلاف ہو ان پر اتہام ہے (اور آگے آپ نے لکھا ہے کہ) البتہ توشہ کی روایت جس نے اور جس طرح بیان کی اس کو ضرور جاہل سمجھتا ہوں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ حضرت گنگوہی کا دامن اس سے پاک ہے۔ انہوں نے بھی اسے جمع نہ کیا ہوگا یہ بعد کی الحاقی چیز ہے۔"

(جواب لاجواب ص ۳۰)

ندوی صاحب پانچ سو اکیاسی سال حضرت مخدوم پاک کے وصال کو گذر گئے۔ حضرت کی حیات طیبہ سے لے کر آج تک مسلمانان عالم توشہ کی نیاز دلاتے ہیں اور متعدد کتابوں میں اس کا ثبوت ہے مگر آپ کے خود ساختہ شرکیہ عقیدے کے خلاف ہے۔ اس لئے سب اتہام اور الحاقی ہو گیا۔ کیا آپ سب کے دادا پیر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی توشۂ شریف کی نیاز نہیں دلاتے تھے۔ سنئے حدیث بخاری و مسلم نے حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے۔

ربما ذبح الشاة ثم يقطعها اعضاء ثم يبعثها فى صدائق خديجة

یعنی بارہا حضور ﷺ بکری ذبح فرما کر اس کے اعضاء جدا جدا کرتے پھر اس کو ان عورتوں کے پاس بھیجتے جو حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دوست دار تھیں۔

ندوی صاحب دیکھئے صحابہ میں اہل حاجت بھی ہیں مگر انہیں نہیں دیا جاتا ہر عورت کو بھی نہیں صرف ان عورتوں کو دیا جاتا ہے جو حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ انس وارتباط رکھتی ہیں توشہ شریف یا صحنک اگر عام طور سے نہ دی جائے تو اس سے ناجائز نہیں ہوگی۔ اس کی اصل یہ حدیث ہے۔ اس کو شرک بتانا سخت گمراہی ہے۔ آپ لکھتے ہیں "قید و بند لگانے والا شریعت گڑھ رہا ہے" اب آپ بتایئے قید تو سید عالم ﷺ نے لگائی پھر کون شریعت گڑھ رہا ہے؟

یاد رکھئے توشہ کرنے والوں کو جاہل کہنے والے خود جاہل ہیں۔

توشہ کرنا درست ہے

دسواں سوال: ہم غلامان شیخ العالم قدس سرہٗ حضرت کا خاص فاتحہ توشہ پر کرتے ہیں۔ جو نان اور حلوے سے تیار ہوتا ہے۔ کیا ہم لوگ جھوٹے اور شرک میں گرفتار ہیں؟

تقویۃ الایمان میں دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

"شاہ عبد الحق کا توشہ حلوہ ہی ہوتا ہے۔ اور ان کو احتیاط سے بنایئے اور حقہ پینے والے کو نہ دیجئے۔ (چند سطروں بعد) سو سب جھوٹے ہیں اور شرک میں گرفتار"

ندوی صاحب!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت بخاری اور مسلم کے روایت سے ہم لکھ چکے ہیں کہ:

سرکار دو عالم صلی اللہ ﷺ خاص کر ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ

عنہا کی سہیلیوں کے لیے بکری ذبح فرماتے اور صرف انہیں کو دیتے ان کے علاوہ اس میں سے کسی کو نہ دیتے۔

امتیاز صاحب!

آپ کو تکلیف ہے کہ سامنے رکھ کر فاتحہ کیوں دی جاتی ہے تو لیجئے سن لیجئے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میرے گھر دعوت ہوئی، سرکار دو عالم صلی اللہ ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کھڑے ہو جاؤ اور آپ چل پڑے۔ میں ان سے آگے چلا آیا اور جا کر حضرت ابو طلحہ کو بتادیا۔ حضرت ابو طلحہ نے فرمایا اے ام سلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو لے کر غریب خانے پر آرہے ہیں اور ہمارے پاس انہیں کھلانے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ عرض گذار ہوئیں اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ حضرت ابو طلحہ حضور صلی اللہ ﷺ استقبال کے لیے نکلے اور سرکار کی خدمت اقدس میں پہونچ گئے۔ سرکار نے ابو طلحہ کو ساتھ لیا۔ اور ان کے گھر جلوہ فرما ہوئے۔ اور سید عالم صلی اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، اے ام سلیم جو کچھ تمہارے پاس ہے لے آؤ، انہوں نے چند جو کی روٹیاں حاضر خدمت کر دیں۔ سرکار دو جہاں ﷺ نے ان کے ٹکڑے کرنے کا حکم فرمایا اور حضرت ام سلیم نے سالن کی جگہ کپی سے سارا گھی نکال لیا۔ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کچھ پڑھا جو خدا نے چاہا اور پھر فرمایا دس آدمیوں کو کھانے کے لیے بلالو۔ وہ آئے اور سیر ہو کر کھایا اور چلے گئے۔ پھر فرمایا دس آدمی اور بلالو چنانچہ وہ بھی سیر ہو کر چلے گئے۔ پھر فرمایا دس آدمیوں کو کھانے کے لیے اور بلالو بلایا گیا۔ اور اسی طرح جملہ حضرات نے پیٹ بھر کھانا کھالیا۔

والقوم سبعون اور ثمانون رجلاً

جملہ مہمان ستر (۷۰) یا اسّی (۸۰) افراد تھے۔ (بخاری شریف)

اس حدیث پاک سے یہ ثابت ہوا کہ کھانا سامنے رکھ کر اس پر کچھ پڑھنا سنت رسول کے عین مطابق ہے۔ حضرت سعد کی ماں کے لیے خود سرکار دوعالم صلی اللہ ﷺ نے حضرت سعد سے کہا تھا پانی کی سبیل کا انتظام کرو۔ جب کنواں تیار ہو گیا تو حدیث شریف میں ہے کہ حضور نے فرمایا۔ "ھذہ لام سعد" یہ سعد کی ماں کے لیے ہے۔ اور اس پانی کو حضرت ابو بکر حضرت عمر اور دوسرے صحابہ پیتے تھے۔ معلوم ہوا سامنے رکھنا نام لینا سب سنت رسول ہے۔

مشرک کہنے والے جاہل ہیں

گیارھواں سال: کیا شیخ العام قدس سرہٗ کے مزار کی زیارت کے لیے دور سے قصد کر کے آنا، چوکھٹ کا بوسہ دینا، فاتحہ کے لیے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا، مجاور بن کے بیٹھنا، درگاہ پر روشنی کرنا غلاف یا چادر چڑھانا، رخصت ہوتے وقت الٹے پاؤں آنا ان کی قبر کو بوسہ دینا شرک ہے؟

آپ لکھتے ہیں اگر حرم کی نیت سے یہ سب کام کئے جائیں تو شرک ہیں ورنہ بدعت ہیں۔

ندوی صاحب!

دہلوی جی نے تو صاف صاف شرک لکھا ہے۔ یہ آپ اگر مگر لگانے والے کون ہوتے ہیں سیدھے کیوں نہیں لکھ دیتے۔ مزاروں پر جانے والے، مجاور بن کر بیٹھنے والے، روشنی چادر کرنے والے، ادب میں الٹے پاؤں چلنے والے، قبر کو بوسہ دینے والے سب مشرک ہیں۔

قرآن پاک یا احادیث مبارکہ سے ثابت کیجئے۔ جب خدا اور رسول جل جلالہ و ﷺ نے منع نہیں فرمایا اور امت مسلمہ اس پر عمل پیرا ہے۔ بلکہ ہر عمل

کا ثبوت قرآن و حدیث سے واضح ہے تو پھر شرک کا فتویٰ لگانا کہاں کا انصاف ہے۔ اور بدعت کیسے ہو سکتا ہے۔

آخر میں آپ نے لکھا ہے۔

مولوی عبد المصطفےٰ خلیفہ مولینا حشمت علی خان جب سے ردولی آئے انہوں اس طرح کے فتنوں کو ہوا دی۔

جواب لاجواب ص ۴۸

تو امتیاز ندوی صاحب آپ کو معلوم نہیں کہ ردولوی شریف مدینۃ الاولیاء ہے۔ یہاں ہمیشہ حق کا بول بالا رہا۔ اور وہابیت، دیوبندیت ندویت کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔ ماضی قریب کے کچھ سالوں سے جب یہ فتنہ یہاں پیدا کرنے کی کوشش کی گئی تو حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ نے اپنے فیوض روحانی سے عبد المصطفےٰ کو کھڑا کر دیا کہ تو نبیوں اور ولیوں کے دشمنوں کو منہ توڑ جواب دے۔ تاکہ دیار حق میں ہمیشہ حق کا ہی بول بالا رہے۔

تقریباً چھ سو سال سے حضرت شیخ صلاح درویش کا آستانہ یہاں مرجع خلائق ہے۔ جہاں پاگل آتے ہیں اور صحت مند ہو کر جاتے ہیں۔ خود ردولی شریف کے امیر جماعت کئی مرتبہ پاگل ہو چکے ہیں اور جب کسی علاج سے فائدہ نہ ہوا تو حضرت کے آستانے پہ لا کر باندھا گیا اور چند ہی دنوں میں صحت مند ہو کر گئے۔

ذالك فضل الله يوتيه من يشاء

☆☆

میری سنو جو گوش حقیقت نیوش ہو
دیکھو اسے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

وہابی، دیوبندی، مولویوں کی فحش گوئی اور گندی ذہنیت

اس سلسلے میں کچھ لکھنے سے پہلے میں اپنے تمام قارئین سے معافی کا طالب ہوں کہ میں قطعاً اس موقف میں نہیں تھا کہ اس قدر گندی اور پھوہڑ عبارتوں کو اس کتاب میں جگہ دی جائے مگر دیوبندی گروپ کا اصلی چہرہ قوم کو دکھانے کے لیے مجبوراً بادل ناخواستہ یہ عبارتیں درج کی جاتی ہیں۔ آپ پڑھیئے اور اندازہ لگایئے کہ خدا اور رسول اور اولیاء کی بارگاہ میں گستاخیاں کرنے والے یہ لوگ کس قدر پھوہڑ اور بدزبان ہیں۔ ان کی لغت میں شرم وحیاء اور غیرت نام کی کوئی چیز نہیں حقیقت یہ ہے کہ ان کی کتابیں "کوک شاستر" "لجا" اور "شیطانی آیات" سے زیادہ گندی اور گھناؤنی ہیں۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

الحیاء شعبة من الایمان (حیاء ایمان کا حصہ ہے)

جب ایمان ہی نہیں تو شرم وحیاء کہاں سے ہوگا؟ دلوں پر جبر کیجئے اور غیرت وحیاء سے خالی وہابی، دیوبندی، اور ندوی مولویوں کا حال پڑھیئے۔ واضح رہے کہ جتنی کتابوں کے اقتباسات ذیل میں دیئے جارہے ہیں سب کے سب انہی کتابوں سے ماخوذ ہیں اور نقل بمطابق اصل ہیں اور ساری ہی کتابیں ان کے

یہاں معتبر اور مستند ہیں۔ اس کی استناد کی وجہ یہ ہے کہ ان کے حوالے علی میاں صاحب ندوی خود اپنی کتابوں میں پیش کرتے رہتے ہیں۔

مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر ہم نے اختصار سے کام لیا ہے اور تبصرہ سے بھی گریز کیا ہے۔ تفصیل کے لیے شہزادۂ محبوب ملت حضرت علامہ منصور علی صاحب کی لاجواب کتاب "خوابوں کی بارات" کا مطالعہ کریں!

۱۔ عورت کی شرم گاہ

ایک بار بھرے مجمع میں (گنگوہی صاحب) کی کسی تقریر پر ایک نو عمر دیہاتی بے تکلف پوچھ بیٹھا کہ حضرت جی عورت کی شرمگاہ کیسی ہوتی ہے۔ اللہ رے تعلیم سب حاضرین نے گردنیں نیچے جھکالیں مگر آپ مطلق چیں بجبیں نہ ہوئے بلکہ بے ساختہ فرمایا جیسے "گیہوں کا دانہ"

(تذکرۃ الرشید جلد دوم ص ۱۰۰)

۲۔ مولوی قاسم نانوتوی دلہن کی صورت میں

ایک بار ارشاد فرمایا میں نے ایک بار خواب دیکھا تھا کہ مولوی محمد قاسم صاحب عروس (دلہن) کی صورت میں ہیں۔ اور میرا ان سے نکاح ہوا ہے سو جس طرح زن وشوہر میں ایک کو دوسرے سے فائدہ پہنچتا ہے اسی طرح مجھے ان سے اور انہیں مجھ سے فائدہ پہونچا ہے۔

(تذکرۃ الرشید جلد دوم ص ۲۸۹)

۳۔لوگ کیا کہیں گے

حکایت ۳۰۵ حضرت والد ماجد مولٰینا حافظ محمد احمد صاحب عم محترم مولٰینا حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ گنگوہ کی خانقاہ میں مجمع تھا۔ حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی کے مرید و شاگرد سب جمع تھے اور یہ دونوں حضرات بھی وہیں مجمع میں تشریف فرما تھے۔ کہ حضرت گنگوہی نے حضرت نانوتوی سے محبت آمیز لہجے میں فرمایا کہ یہاں ذرا لیٹ جاؤ حضرت نانوتوی کچھ شرما سے گئے مگر حضرت نے پھر فرمایا۔ تو بہت ادب کے ساتھ چت لیٹ گئے۔ حضرت بھی اسی چارپائی پر لیٹ گئے۔ اور مولٰینا کی طرف کروٹ لیٹ کر اپنا ہاتھ ان کے سینے پر رکھ دیا جیسے کوئی عاشق صادق اپنے قلب کو تسکین دیا کرتا ہے۔ مولٰینا ہر چند فرماتے ہیں کہ میاں یہ کیا کر رہے ہو یہ لوگ کیا کہیں گے۔ حضرت نے فرمایا لوگ کہیں گے کہنے دو۔

(ارواح ثلثہ ص ۳۰۷)

۴۔ایسے پیر کے منہ پر پیشاب بھی نہیں کرتی

ایک بار ارشاد فرمایا کہ ضامن علی جلال آبادی کی سہارنپور میں بہت سی رنڈیاں مرید تھیں۔ ایک بار سہارنپور میں کسی رنڈی کے مکان پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ سب مریدنیاں اپنے میاں صاحب کی زیارت کے لیے حاضر ہوئیں مگر ایک رنڈی نہیں آئی۔ میاں صاحب بولے کہ فلانی کیوں نہیں آئی۔ رنڈیوں نے جواب دیا میاں صاحب ہم نے اس سے بہتیرا کہا کہ چل میاں صاحب کی زیارت کو اس نے کہا کہ میں بہت گنہگار ہوں اور بہت روسیاہ ہوں۔ میاں

صاحب کو کیا منہ دکھاؤں میں زیارت کے قابل نہیں۔ میاں صاحب نے کہا نہیں جی تم اسے ہمارے پاس ضرور لانا چنانچہ رنڈیاں اسے لے کر آئیں۔ وہ سامنے آئی تو میاں صاحب نے پوچھا بی تم کیوں نہیں آئی تھیں؟ اس نے کہا حضرت روسیاہی کی وجہ سے زیارت کو آتی ہوئی شرماتی ہوں۔ میاں صاحب بولے بی تم شرماتی کیوں ہو کرنے والا کون کرانے والا کون وہ تو وہی ہے۔ رنڈی یہ سن کر آگ ہو گئی اور خفا ہو کر کہا لاحول ولا قوۃ۔ اگرچہ میں روسیاہ اور گنہگار ہوں مگر ایسے پیر کے منہ پر پیشاب بھی نہیں کرتی۔ میاں صاحب تو شرمندہ ہو کر سر نگوں رہ گئے اور وہ اٹھ کر چل دی۔

(تذکرۃ الرشید جلد دوم ۲۴۲)

۵۔مزہ

(مولوی اشرفعلی نے) فرمایا ایک صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ ذکر میں مزہ نہیں آتا میں نے کہا مزہ تو مذی میں ہے۔ یہاں کہاں وہ ڈھونڈتے پھرتے ہو۔

(ملفوظات حکیم الامت قسط (۱) ص (۵۲) ملفوظ ۹۳)

۶۔ام المومنین کی بارگاہ میں توہین

ملفوظ ۱۱۲ خواب دیکھا تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میرے مکان میں تشریف لانے والی ہیں۔ اور اس سے میں یہ تعبیر سمجھا کہ جو نسبت عمر کی حضرت عائشہ کو بوقت نکاح حضور کے ساتھ تھی وہ ہی نسبت ان (اشرفعلی کی دوسری کمسن بیوی) کو ہے یہ شاید اس طرف اشارہ ہو۔

ملفوظات حکیم الامت قسط (۱) ص (۷)

۷۔ اندھے حافظ جی کا نکاح

ملفوظ ۷۵۳ ایک اندھے حافظ جی کی حکایت ہے گو فحش ہے مگر تفہیم کے لیے گوارہ کی جاتی ہے۔ مکتب کے لڑکوں نے حافظ جی کو نکاح کی ترغیب دی کہ حافظ جی نکاح کر لو بڑا مزہ ہے۔ حافظ جی نے کوشش کر کے نکاح کیا اور رات بھر روٹی لگا لگا کر کھائی مزہ کیا خاک آتا صبح وہ لڑکوں پر خفا ہوتے ہوئے آئے کہ سسرے کہتے تھے کہ بڑا مزہ ہے بڑا مزہ ہے ہم نے روٹی لگا کر کھائی ہمیں نہ تو نمکین معلوم ہوئی نہ تو میٹھی نہ کڑوی۔ لڑکوں نے کہا حافظ جی مارا کرتے ہیں۔ آئی شب حافظ جی نے بیچاری کو خوف زدو کوب کیا دے جوتا دے جوتا تمام محلّہ جاگ اٹھا اور جمع ہو گیا اور حافظ جی کو برا بھلا کہا۔ پھر صبح کو آئے اور کہنے لگے کہ سسروں نے دق کر دیا۔ رات ہم نے مارا بھی کچھ مزہ نہ آیا۔ رسوائی بھی ہوئی۔ تب لڑکوں نے کھول کھول کر حقیقت بیان کی کہ مارنے سے یہ مراد ہے۔ اب جو شب آئی تب حافظ جی کو حقیقت منکشف ہوئی۔ صبح کو جو آئے تو مونچھ کا ایک ایک بال کھل رہا تھا اور خوشی سے بھرے ہوئے تھے۔

(ملفوظات حکیم الامت تھانوی قسط (۴) جلد (۳) ص (۳۶۲))

۸۔ عقل کا فتویٰ

ملفوظ ۴۶۴ ایک شخص نے کہا تھا اپنی ماں سے بدکاری کیا کرتا تھا کسی نے کہا۔ ارے خبیث یہ کیا حرکت ہے تو کہتا ہے کہ جب میں سارا ہی اس کے اندر تھا تو اگر میرا ایک جزء اس کے اندر چلا گیا تو حرج کیا ہوا۔ یہ حکم بھی تو عقلیات میں

سے ہو سکتا ہے ایک شخص گوہ (پاخانہ) کھایا کرتا تھا۔ اور منع کرنے پر کہا کرتا تھا کہ جب یہ میرے اندر ہی تھا تو پھر اگر میرے ہی اندر چلا جاوے تو اس میں کیا حرج ہے۔ تو ان چیزوں کو عقل کے فتوے سے جائز کھا جائے گا۔

(ملفوظات تھانوی قسط (۳) جلد (۳) ص (۳۲۲))

۹۔ کاش میں عورت ہوتا

ایک بار عشق و محبت کے جوش میں (مرید صادق عزیز الحسن نے) حضرت والا (اشرفعلی تھانوی) سے بہت جھجکتے اور شرماتے ہوئے دبی زبان میں عرض کیا ایک بہت ہی بیہودہ خیال بار بار دل میں آتا ہے جس کو ظاہر کرتے ہوئے بھی نہایت شرم دامن گیر ہوتی ہے اور جرأت نہیں پڑتی حضرت والا اس وقت نماز کے لیے اپنی سہ دری سے اٹھ کر مسجد کے اندر تشریف لے جا رہے تھے۔ فرمایا کہئے کہئے احقر نے غایت شرم سے سر جھکائے ہوئے عرض کیا کہ میرے دل میں بار بار خیال آتا ہے کہ کاش میں عورت ہوتا حضور کے نکاح میں اس اظہار محبت پر حضرت والا غایت درجہ مسرور ہو کر بے اختیار ہنسنے لگے اور یہ فرماتے ہوئے مسجد کے اندر تشریف لے گئے یہ آپ کی محبت ہے ثواب ملے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

(اشرف السوانح حصہ دوم ص ۲۸)

۱۰۔ پاخانے میں خوشبو

بی امی کی عمر طویل ہوئی اور انہوں نے نواسوں کی اولاد کو بھی دیکھا۔ اخیر عمر میں بصارت اور چلنے پھرنے سے معذور ہو گئی تھیں۔ میں مرض الموت میں

تین سال کامل صاحب فراش رہیں۔ مگر نہ قلبی وہ لسانی ذکر اللہ میں فرق آیا اور نہ صبر و رضا بر قضاء میں کمی لاحق ہوئی...... جس مریض کو مرض اسہال میں اس طرح گذریں کہ کروٹ بدلنا بھی دشوار ہو اس کے متعلق یہ خیال بے موقع نہ تھا کہ بستر کی بدبو دھوبی کے یہاں بھی نہ جائے گی مگر دیکھنے والوں نے دیکھا کہ غسل کے لیے چارپائی سے اتارنے پر پوتڑے نکالے گئے جو نیچے رکھ دیئے جاتے تھے تو ان میں بدبو کی جگہ خوشبو اور ایسی نرالی مہک پھوٹتی تھی کہ ایک دوسرے کو سنگھاتا اور ہر مرد و عورت تعجب کرتا تھا چنانچہ بغیر دھلوائے ان کو تبرک بنا کر رکھ لیا گیا۔ (تذکرۃ الخلیل ص ۹۶)

۱۱۔ مختون

حکایت ۲۴۳ والد صاحب نے فرمایا کہ ایک دفعہ چھتے کی مسجد میں مولٰینا فیض الحسن صاحب استنجا کے لیے لوٹا تلاش کر رہے تھے اور اتفاق سے سب لوٹوں کی ٹوٹیاں ٹوٹی ہوئی تھیں فرمانے لگے کہ تو یہ سارے لوٹے مختون ہی ہیں حضرت نے ہنس کر فرمایا پھر آپ کو تو بڑا استنجاء نہیں کرنا ہے مختون سے کیا ڈر۔

(ارواح ثلثہ ۲۵۹۔۲۶۰)

۱۲۔ اب کے ماروں تیری

حکایت ۲۱۰ حضرت حافظ صاحب کے مزاح اور خوش مزاجی بہت قصے بیان فرمایا کرتے تھے۔ ایک بار فرمایا۔ حافظ صاحب کو مچھلی کے شکار کا بہت شوق تھا۔ ایک بار ندی پر شکار کھیل رہے تھے۔ کسی نے کہا "حضرت ہمیں" آپ نے فرمایا "اب کے ماروں تیری۔" (ارواح ثلثہ ۲۲۵)

معزز قارئین! ان گندی عبارتوں کے نقل کرنے سے اس وقت مقصد صرف یہ ہے کہ وہابیوں دیوبندیوں اور ندویوں کے اکابر علماء کس ذوق و ذہنیت اور کیریکٹر کے مالک تھے اور زبان کتنی پاکیزہ پائی تھی۔ اللہ و رسول اور قرآن پر ایمان لانے والے مسلمانو! تمہیں اسلامی شرم و حیاء اور اخلاق محمدی کا واسطہ اللہ کی بخشی ہوئی شرافت اور انسانیت کا واسطہ ذرا سوچو اور بتاؤ کیا کوئی شریف آدمی ایسے مغلظات بک سکتا ہے۔ کیا آپ نے آوارہ و بدچلن بازاریوں کے سوا کسی اور سے بھی ایسی شرمناک باتیں سنی ہیں؟ "بریلوی فتنہ کا نیا روپ" کے مصنف اور ندوہ کے قابل فخر استاذ سنبھلی صاحب بتائیں۔ یہ لوگ خدا و رسول اور انسانیت و اخلاق کے مجرم ہیں یا نہیں؟ حدیث نبوی کے مطابق حقیقی ایمان سے محروم اور منافق ہیں یا نہیں؟

ندوی صاحب

اگر آپکے پاس ضمیر ہے تو بتایئے کہ کیا ایسی زبان بولنے اور لکھنے والے کو شریف آدمی بھی کہا جاسکتا ہے؟ یاد رکھیئے ہم نے سارے حوالے جدید ایڈیشنوں سے لیے ہیں جو ندوہ دیوبند اور دہلی وغیرہ کے کتب خانوں میں عام طور سے دستیاب ہیں۔

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ بزم آرائیاں ہوتیں
نہ کھلتے راز سر بستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں



ملنے کے پتے

۱۔ فاروقیہ بک ڈپو ۴۲۲، مٹیا محل جامع مسجد، دہلی ۶

۲۔ رضوی کتاب گھر ۴۲۳، مٹیا محل جامع مسجد، دہلی ۶

۳۔ خانقاہ حضرت شیخ العالم مخدوم زادہ ردولی شریف
ضلع فیض آباد، فون نمبر ۳۵۱۱۰ کوڈ ۰۵۲۴۱

۴۔ انجمن گلشن حق دار العلوم مخدومیہ، ردولی شریف
ضلع فیض آباد، فون نمبر ۳۴۱۶۹

۵۔ انجمن رضائے حق جامعہ مخدومیہ رضویہ، رضانگر
ریلوے گیٹ ردولی شریف، ضلع فیض آباد، فون نمبر ۳۵۰۸۹

۶۔ مکتبہ حشمتیہ پپرا شریف، پوسٹ بنگوا بازار، ضلع گونڈہ، یوپی

۷۔ اپنا نوری بک ڈپو نزد غوثیہ، اترولہ، ضلع بلرامپور، یوپی

۸۔ مکتبہ الحجاز، ہرن پارک چوک، لکھنؤ، یوپی



تحفۂ نایاب

میری دُعا ہے کہ ایزد متعال مولانا موصوف کی اس تصنیف کو قبولِ عام عطا فرمائے۔ اس کے ذریعے اپنے بندوں کو ہدایت نصیب فرمائے اور مولانا کو دارین میں اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے، ان کے علم وعمل اور فیض کو اور زیادہ کرے۔ آمین

شارحِ بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی صاحب قبلہ

یہ عجیب معاملہ ہے کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کا قلم جب اہانتِ انبیاء و اولیاء کے رُخ پر چلتا ہے تو اُسے ایک سے ایک الفاظ ملتے چلے جاتے ہیں اور جب شریعت کی صحیح ترجمانی اور تعظیم انبیاء و اولیاء کی نجات بخش شاہراہ پر چلنے کی بات آتی ہے تو اُردو کی تنگ دامانی کا شکوہ ہونے لگتا ہے۔ مولوی اسمٰعیل جیسے فاضل کو الفاظ ہی نہیں ملتے کہ وہ حقائق کو حقائق کی صورت میں پیش کریں، لامحالہ وہ اسلامی عقائد و افکار کا خون پر خون کرتے چلے جاتے ہیں۔

حضرت علامہ محمد احمد صاحب مصباحی اعظمی

جوابِ لاجواب کے رد میں تحفۂ نایاب مولانا عبد المصطفیٰ صدیقی صاحب کی ایک سنجیدہ کوشش ہے، تحفۂ ناموس رسالت کے تعلق سے مُصنف نے جس مجاہدانہ عزیمت کا ثبوت دیا ہے وہ لائقِ تحسین ہے۔ دعا ہے کہ اللہ مصنف کو اس کاوش کا بہترین اجر عطا فرمائے۔ آمین۔ بجاہ حبیبہ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

حضرت مولانا ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم
صدر شعبۂ علوم اسلامیہ ہمدرد یونیورسٹی دہلی